جامعہ دار التقویٰ
لاہور کا ترجمان

ماہنامہ

دار التقویٰ

لاہور

شَعبانُ المُعظَّم
۱۴۴۶ھ
فروری 2025ء

☆ خلافت کیسے قائم ہوگی ؟
☆ شب براءت ۔ فضائل ومسائل
☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیتِ تاجر
☆ خاندان!.... تہذیب کی اولین آماجگاہ
☆ اسمارٹ فون اور سوشل میڈیا کے نقصانات
☆ احوال تقریب ختم بخاری

آئیے رمضان کو قیمتی بنائیں

جامعہ دار التقوی کے زیر اہتمام

درسِ قرآن

برائے خواتین

جامعہ دار التقوی کی تمام شاخوں میں

26 بدر بلاک اقبال ٹاؤن لاہور
042-37814488

66E از میر ٹاؤن لاہور
03213867194

212 احمد بلاک گارڈن ٹاؤن لاہور
042-35838794

نزد بلدیہ چوک بالمقابل گولڈ پیلس شادی ہال قصور
049-2772786

متصل جامع مسجد گرین سٹی، برکی روڈ لاہور
042-36629596

مکان نمبر 471 متصل مسجد دار السلام ایڈن کاٹیج لاہور کینٹ
042-36675152

موڑ فرخ آباد نزد PSO پٹرول پمپ شاہدرہ لاہور
042-37940830

242 ایچ بلاک نزد زبیر مسجد گلشن راوی لاہور
042-37419993

بند روڈ مالی پورہ
03060951805

70 سول لائن ملک انور روڈ نزد سٹی سکول شیخوپورہ
056-3780166

مکان نمبر بی 34 فرسٹ ایٹ سٹریٹ ڈی ایچ اے فیز 1 کراچی
022-38243612

21-15 ایکڑ سکیم نزد مین مارکیٹ سٹاپ سمن آباد لاہور
042-37583531

20 شعبان تا 20 رمضان	1446ھ/2025ء	20 فروری تا 20 مارچ

اوقات کار 11:00 تا 12:30

دار التقوی

ifta4u@yahoo.com | jamiadarultaqwa | www.darultaqwa.org

+042 37414665 برائے رابطہ | +92 300 4113082 شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے

جامعہ دار التقوی چوبرجی پارک روڈ لاہور

ترجمان جامعہ دار التقویٰ لاہور

ماہنامہ دار التقویٰ لاہور

بدعاء حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 14 — شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ۔۔۔فروری 2025 — شمارہ 7

زیر سرپرستی: حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مدیر: حضرت مولانا اویس احمد صاحب مدظلہ

مدیر مسئول: مولانا عبدالودود ربانی صاحب

مجلس مشاورت

- حضرت مولانا عثمان صاحب
- حضرت مولانا عامر رشید صاحب
- حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت

- مفتی محمد اسامہ صاحب
- مولانا ذوالکفل صاحب

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دار التقویٰ جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

فون نمبر: 0304-4167581 04235967905

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: 60 روپے

سالانہ بدل خرچ: 720 روپے

مقام اشاعت: جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001

ٹائٹل اکاؤنٹ دار التقویٰ ٹرسٹ

ایم آئی بی (مسلم کمرشل بینک)

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقوی لاہور

فہرست

شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ۔۔۔۔فروری 2025

حرف اولیں
فرصت تو غنیمت ہے — مولانا عبدالودود ربانی — 5

درسِ قرآن
خلافت کیسے قائم ہوگی ؟ — مولانا عاشق الہی بلند شہریؒ — 11

درسِ حدیث
طلاق — مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحبؒ — 15

مقالات و مضامین
رمضان کا استقبال کرنا کیسا ہے؟ تفصیلی و تحقیقی جواب — دارالافتاء بنوری ٹاؤن کراچی — 17
شبِ براءت ۔۔فضائل و مسائل — حضرت مولانا نعیم الدین صاحب — 22
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیتِ تاجر — مفتی محمد راشد ڈسکوی — 28
احکام الٰہی، کامیابی کی شاہ کلید — حضرت مولانا محمد ابراہیم دیولا — 36
خاندان!....تہذیب کی اولین آماجگاہ — ڈاکٹر ساجد خاکوانی — 43
اسمارٹ فون اور سوشل میڈیا کے نقصانات — ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی: — 47
حیاء ایمان کا حصہ — مولانا محمد سلیمان بن محمد یوسف — 53
شعبان کا ایک سفرِ قافلہ — بنت فرخ آفتاب — 55
احوال تقریب ختم بخاری — مولانا محمد سلیمان بن محمد یوسف — 57
آپ کے مسائل کا حل — دارالافتاء والتحقیق — 60
اخبار الجامعہ — ادارہ — 65

حرف اولیں

فرصت تو غنیمت ہے

وفاق المدارس کے تحت سال ۱۴۴۵ھ بمطابق 2025ء کے سالانہ امتحانات اختتام پزیر ہو چکے ہیں سال رواں کے وفاقی درجات میں امتحانات دینے والے طلبا کی تعداد بھی لاکھوں میں ہے۔ وفاقی وغیر وفاقی درجات میں امتحانات کے بعد مدارس میں عام تعطیلات کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ تعطیلات کا یہ دورانیہ دو سے اڑھائی ماہ کا ہوتا ہے۔ ان طویل تعطیلات کو طلباء و طالبات اپنے اپنے مزاج اور پروگرام کے تحت گزارتے ہیں۔ سمجھدار اور وقت کے قدر دان طلباء ان اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے انہیں بہتر سے بہتر بنانے کی شعوری کوشش کرتے ہیں۔ لاپرواہ اور غیر سنجیدہ طلبہ ان اوقات کو لہو ولعب اور کثرت خواب بینی میں ضائع کر دیتے ہیں۔ طلبہ و طالبات اور فضلاء و فاضلات کے لیے چند تجاویز پیش خدمت ہیں جن پر عمل کر کے اپنی تعطیلات کو مفید اور کارآمد بنایا جا سکتا ہے۔

وقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک گرانقدر نعمت ہے جو مانند برف تیزی سے پگھل رہی ہے دیکھتے ہی دیکھتے دن سے ہفتے اور ماہ سے سال گزرے جاتے ہیں۔ اس لئے وقت کی قدر دانی بہت ضروری ہے۔ وقت کو ضائع کر دینے پر بعد میں جو پچھتاوا ہوتا ہے وہ ناقابل تلافی ہوتا ہے سوائے ندامت کے اس کے تدارک کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ لہٰذا عقلمندی یہ ہے کہ آغاز ہی میں انجام پر نظر رکھی جائے تاکہ حسرت و یاس کی نوبت نہ آئے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو لوگ اپنے فارغ وقت کو اچھی اور مثبت مصروفیات میں گزارتے ہیں ان کی آنے والی زندگی پہ اس کے مثبت نتائج مرتب ہوتے ہیں اور ان کے مدمقابل، جو

لوگ اپنے وقت کو گنوا بیٹھتے ہیں انہیں مستقبل میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ہمیں تعطیلات کے وقت کو مفید اور بہتر بنانے کے لیے بعض اہم اُمور کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ جب ہم قرآنِ مجید، کتبِ احادیث، تاریخ اور سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں فارغ وقت کو گزارنے کے حوالے سے بھی مفید رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

امام رازیؒ کے نزدیک اوقات کی اہمیت اس درجہ تھی کہ ان کو یہ افسوس تھا کہ کھانے کا وقت کیوں علمی مشاغل سے خالی جاتا ہے چنانچہ فرمایا کرتے تھے۔

"یعنی خدا کی قسم! مجھ کو کھانے کے وقت علمی مشاغل کے چھوٹ جانے پر افسوس ہوتا ہے کیونکہ وقت متاع عزیز ہے۔"

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے متعلق صاحب آداب المتعلمین تحریر فرماتے ہیں کہ ایک عرصہ سے صرف ایک وقت دوپہر کو کھانا کھاتے، کہتے ہیں کہ میں نے متعدد بار حضرت سے سنا کہ میری ایک مشفقہ ہمشیرہ تھی میں شام کو مطالعہ میں مصروف ہوتا تھا تو وہ لقمہ میرے منہ میں دیا کرتی تھی۔ اس طرح مطالعے کا حرج نہ ہوتا تھا۔ جب سے ان کا انتقال ہوا ہے اب کوئی میری اتنی ناز برداری کرنے والا نہیں رہا اور مجھے اپنی کتابوں کا نقصان گوارا نہیں اس لیے شام کا کھانا ہی ترک کردیا۔

''بستان المحدثین'' میں حافظ ابن حجرؒ کے حالات کے متعلق لکھا ہے کہ وہ وقت کے بڑے قدر دان تھے ان کے اوقات تین میں سے کسی ایک کام سے معمور رہتے تھے۔ کسی وقت خالی نہ بیٹھتے تھے۔ وہ تین مشاغل یہ تھے۔ مطالعہ کتب، تصنیف وتالیف، عبادت۔

حتیٰ کہ جب تصنیف وتالیف کے کام میں مشغول ہوتے اور درمیان میں قلم کی نوک خراب ہوجاتی تو اس کو درست کرنے کے لیے ایک دومنٹ کا جو وقفہ رہتا، اس کو بھی ضائع نہ کرتے، ذکر الٰہی زبان پر جاری ہوجاتا اور نوک درست فرماتے اور فرمایا کرتے کہ وقت کا اتنا حصہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

توعزیز طلبہ! پہلی بات تو یہ گرہ باندھ لیں کہ اپنا وقت کبھی ضائع نہیں کریں گے۔ خواہ تدریس اور تعلیم وتعلم کے اوقات ہوں یا تعطیلات اور فرصت کے، ہر حال میں سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے کا عمل جاری رکھیں گے۔

طلباءعزیز! دعوت وتبلیغ مسلمانوں کے دینی فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے اور قرآن وسنت میں

اس کے مختلف پہلوؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اسے امت مسلمہ کا مقصد وجود بیان کیا گیا ہے۔ یہ امت مسلمہ کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ علماء اور امت کے باشعور طبقہ پر بالخصوص فرض ہے کہ وہ دعوتِ دین کا کام انجام دیں۔ تبلیغِ دین کا مشن ہر زمانے میں جاری رہا ہے اور موجودہ حالات میں بھی اس کی اتنی ہی ضرورت ہے۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور آپ کے امتی کے مشن کو بیان کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (یوسف:108)

"(اے نبی) آپ کہہ دیجیے یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ، میں اور میرے ساتھی بھی۔ اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں"۔

یہی امت کا اصل مشن ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ امت مسلمہ میں ہر دور میں کم از کم ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری ہے جو عام لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (آل عمران:104)

ترجمہ: "تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے"

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے اندر ضرور بالضرور ایک ایسی جماعت ہونی ہی چاہیے جو لوگوں کو خیر و بھلائی کی دعوت دے، معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے۔ اسلام شخصی، علاقائی یا نسلی دین نہیں ہے بلکہ عالمگیر دین ہے، جس کی دعوت اور خطاب کا دائرہ پوری نسلِ انسانی کا احاطہ کیے ہوئے ہے، ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری قرار دی گئی ہے کہ وہ نجات و فلاح کے حوالے سے صرف اپنی ذات کی فکر تک محدود نہ رہے بلکہ اپنے اِردگرد کے ماحول اور درجہ بہ درجہ پوری نسلِ انسانی کی فکر کرے۔ خاندان کے بعد سوسائٹی اور اِردگرد کا ماحول ایک مسلمان کی ذمہ داریوں میں شامل ہو جاتا ہے اور قرآن وسنت میں تمام مسلمانوں کو اِس امر کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو معروف کی تلقین کریں اور منکر سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔

یوں تو یہ کام الحمدللہ ایک جیّد عالم دین حضرت مولانا الیاس دہلوی رحمہ اللہ کی تجدیدی فکر اور کڑھن

سے شروع ہوا اور اس کام کو اکابر علماء کرام کی بھرپور تائید و نصرت حاصل رہی۔ مثلاً حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ، حضرت مولانا علی میاںؒ اور حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہم اللہ تعالیٰ اور پھر ان اکابر کے خلفاء کرام غرض سب کی پشت پناہی اس جماعت کے ساتھ رہی اور ساتھ کیوں نہ ہوتی دراصل یہ کام ہے ہی علماء کرام کے کرنے کا اس لیے علماء کرام سے یہ درخواست کی جاتی ہے کہ درس و تدریس اور دوسری علمی مشغولیت کے ساتھ ساتھ اپنے محلوں کی جماعتوں میں جڑتے رہیں۔ اور سال میں تھوڑا بہت وقت فارغ کر کے دعوت و تبلیغ کو ضرور دیں، اگر علماء اس اہم ذمہ داری کو پوری طرح اٹھالیں تو جماعتوں میں جو ہر قسم کے عامی مسلمان ہوتے ہیں، ان کی نگرانی، اصلاح اور تربیت ہوتی چلی جائے گی۔ افراط و تفریط سے بچنے کے لیے بزرگوں کی یہ خواہش ہے کہ علماء کرام کی سرپرستی میں کام ہو، کیوں کہ اگر علماء کرام اس نبوی کام کو اپنی ذمہ داری سمجھیں اور اس کی سرپرستی فرمائیں تو یہ مبارک محبت افراط و تفریط سے بچے گی اور اعتدال کی راہ پر گامزن رہے گی۔

اس لئے چھٹیوں کو غنیمت جانتے ہوئے تمام طلباء اللہ کے راستے میں روانہ ہوجائیں ایسے طلبہ جو دورہ حدیث کا امتحان دے چکے ہیں اور ان کو سند فراغت مل چکی ہے ان سے عرض ہے کہ وہ تو بلا تاخیر وقت ضائع کئے بغیر ایک سال کے لیے اللہ کے راستے میں روانہ ہوجائیں۔ معاشرے کی دکھتی رگ کا اندازہ لگانے اور دور دراز علاقوں میں دینی کسمپرسی کا شکار لوگوں کو آپ کی اشد ضرورت ہے۔ دیگر درجات کے طلبہ بھی کم و بیش اوقات کے لیے راہ خدا میں عازم سفر ہوجائیں یہی ان چھٹیوں کا بہترین مصرف ہے۔

سال بھر مدرسے میں رہنے کی وجہ سے والدین، بہن بھائیوں، اعزہ و اقرباء اور دوست احباب کو وقت نہیں دے پاتے۔ تعطیلات میں ہر ایک کا حق ادا کیجئے۔ والدین کا حق فائق ہے۔ ان کی خدمت کر کے دعائیں لیجئے۔ گھر کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹائیے۔ طالبات امور خانہ داری سیکھیں۔ کچن کی ذمہ داریاں اٹھائیں۔ روٹی پکانا اور کھانے بنانا سیکھیں۔ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ دوران تعطیلات والدین بھی بچیوں کو گھر کے کام نہیں کرنے دیتے بلکہ انہیں آرام کا مشورہ دیا جاتا ہے اور اکثر بچیاں بھی پڑھائی کی تھکاوٹ کا بہانہ کر کے امور خانہ داری سے پہلو تہی کرتی ہیں۔ نتیجتاً وہ گھر سنبھالنے، کھانے پکانے اور امور خانہ داری جیسی مہارتوں سے نابلد رہتی ہیں۔ دورہ حدیث کے فوراً بعد اکثر کی شادی کر دی جاتی ہے یوں

انہیں خاندانی روایات اور گھریلو معاملات سے عدم واقفیت کی بنا پر نئے گھر میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے ان فرصت کے اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے والدین کو آرام کرنے کا موقع دیں اور تھوڑے وقت میں زیادہ سیکھنے کی کوشش کریں۔

آپ حافظ قرآن ہیں یا غیر حافظ، دونوں صورتوں میں قرآن پاک کا حق ادا کرنے کی شعوری کوشش کریں۔ حافظ ہیں تو منزل خوب اچھی طرح یاد کریں اور تراویح میں سنانے کی نیت کریں۔ غیر حافظ عموماً بہت کم تلاوت کرتے ہیں دوران سال تعلیمی مشاغل کی مصروفیت کی وجہ سے بھی لاپروائی رہتی ہے اس لیے چھٹیوں میں خوب تلاوت کریں۔ اذکار و اوراد کی کثرت کریں۔

تزکیہ نفس کے لیے کسی صاحب نسبت بزرگ سے اصلاحی تعلق بھی بہت ضروری ہے چھٹیاں میسر ہیں اگر پہلے ہی سے کسی بزرگ سے تعلق ہے تو چند دن ان کی خانقاہ میں گزارنے کا اہتمام کیا جائے۔ مشائخ کی صحبت اور خانقاہ کا ماحول دلوں کی میل اتارنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اگر تا حال کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا تو بلا تاخیر اپنا اصلاحی تعلق قائم کر لیجئے۔ طریقت و شریعت کے حسین امتزاج سے دنوں میں روحانی ترقیاں حاصل کر سکتے ہیں۔

سیروا فی الارض

مطالعاتی دورے بھی افادیت سے خالی نہیں ہیں۔ ملک کی بڑی لائبریریوں، معروف تعلیمی اداروں، علمی شخصیات اور تاریخی مقامات کی سیر کو جائیں یاد رکھیں سفر انسان کو سمجھ کی گہرائی، علم کی گیرائی، عقل کی پختگی، تجربے کی وسعت اور بصیرت کے گوہر عطا کرتا ہے۔ بند کمرے میں کیا گیا مطالعہ مشاہدات کے یقین، تجربات کی خوشبو، عین الیقین کی روشنی اور منصفانہ تجزیے کے جوہر سے عاری ہوتا ہے۔ سیر و سیاحت کی افادیت اور اہمیت و ضرورت اپنی جگہ مسلمہ ہے۔ اللہ کے راستے میں کم و بیش اوقات کے لیے جانے سے دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ مذکورہ فوائد بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔

چھٹیوں کو عمومی مطالعے کے استعمال میں بھی لایا جا سکتا ہے۔ دوران سال درسی کتب کے مطالعے سے ہی فرصت نہیں ملتی لہٰذا یہ سنہری موقع ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر نفع بخش کتاب پڑھ ڈالیے۔ مطالعے کے لیے کتاب اور مواد کا انتخاب سوچ سمجھ کے کیجئے۔ ہر کتاب پڑھنے کے قابل نہیں ہوتی۔ اپنے اسلاف کی سوانح عمریاں اور آپ بیتیاں پڑھی جا سکتی ہیں۔ سیرت، تفسیر، حدیث، تاریخ، اردو، عربی ادب،

سیر، عالمی معلومات اور شعر ونثر پر کتابیں فائدہ مند رہیں گی۔ گہرا اور عمیق مطالعہ عملی زندگی کی بقا اور علمی ارتقاء کے لیے بے حد ضروری ہے۔

چھٹیوں میں بڑے مدارس میں مختلف دورے کرائے جاتے ہیں دورہ تفسیر، حدیث، صرف ونحو، دعوت وارشاد، کمپیوٹر کورسز، انگلش، عربی لینگویج کورسز، دورہ فلکیات، میراث و دیگر طرح کے چند روزہ دورہ جات میں شرکت آپ کو علوم وفنون کی نئی مہارتوں سے متعارف کرانے کا باعث بن سکتی ہے۔

عزیز طلبہ وطالبات:

آپ نہ صرف اپنے والدین اور مسلک اہل حق کے لیے گراں مایہ اثاثہ ہیں بلکہ ملک وقوم کو بھی اس وقت آپ کی اشد ضرورت ہے معاشرے کے طبقات کئی حوالوں سے قومی، صوبائی، نسلی، قبائلی، مسلکی اور لسانی بنیادوں پر منافرت کا شکار ہیں اور بدقسمتی سے یہ بنیادیں مزید تقسیم در تقسیم ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ پرایوں کی سازشوں اور اپنوں کی حماقتوں نے ایسے دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے کہ:

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن

دین پسند حلقوں اور خیر خواہان اسلام و پاکستان کی نظریں صرف اور صرف آپ پر ہیں۔ آپ ہی اس قوم کی ڈوبتی ناؤ کو پار لگا سکتے ہیں۔ اپنی اہمیت کا ادراک کیجئے۔ جدید دور کی مہارتوں سے خود کو مسلح کیجئے رسوخ فی العلم کے ساتھ ساتھ معاشرے اور ابلاغ کی زبان پر عبور حاصل کیجئے۔ داعی کی سب سے پہلی صفت یہ ہونی چاہئے کہ اسے اپنے سامعین کی ذہنی سطح کا خوب ادراک ہو اور وہ ان کی زبان اور مروجہ عصری اسلوب میں ان سے مخاطب ہونے کا ہنر جانتا ہو، رسوخ فی العلم ہو، اللہ تعالی کے ساتھ مضبوط تعلق قائم ہو اگر آپ اپنے اندر یہ تین چیزیں پیدا کر لیں تو نہ صرف کل آپ کا ہے بلکہ کلمہ کی بنیاد پر حاصل کیے گئے اس پاک وطن کا مستقبل بھی تابناک ہے۔

اللہ تعالی ہمیں اپنے فرصت کے اوقات کو قیمتی بنانے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے دین متین کی عالی محنت کے لئے ہم سیاہ کاروں کو بھی قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤل

درسِ قرآن

از: مولانا عاشق الٰہی بلندشہریؒ

خلافت کیسے قائم ہوگی؟

...سورۃ النور... ...آیت نمبر 55

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

وَعَدَ ٱللّٰهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ كَمَا ٱسْتَخْلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ ٱلَّذِى ٱرْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِى لَا يُشْرِكُونَ بِى شَيْـًٔا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ o

ترجمہ:

"اور تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں ضرور ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور اس نے ان کے لیے جس دین کو پسند فرمایا ہے اسے ان کے لیے قوت دیگا ان کے خوف کے بعد ضرور ضرور امن سے بدل دیگا۔ وہ میری عبادت کرتے ہیں میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جو شخص اس کے بعد ناشکری کریگا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔"

تفسیر:

ایمان اور اعمال صالحہ والے بندوں سے استخلاف اور تمکین فی الارض کا وعدہ

معالم التنزیل ص ۳۵۳ ج ۳ میں حضرت ابوالعالیہ تابعی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کے ساتھ نزول وحی کی ابتداء کے بعد ہی سے ثابت قدمی کے ساتھ مقیم رہے اور کافروں کی طرف سے جو تکلیفیں پہنچتی تھیں ان پر بامر الٰہی صبر کرتے رہے صبح شام دشمنوں کی طرف سے خائف رہتے تھے پھر جب مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے کا حکم دے دیا گیا تو مدینہ منورہ پہنچ گئے وہاں پہنچے پر بھی دشمنوں سے چھٹکارا نہ ہوا (یہودی بھی دشمن تھے اور منافقین سے بھی خطرہ رہتا تھا) اس لیے ہر شخص ہتھیار بند رہتا تھا۔ اسی اثناء میں ایک شخص کے منہ سے یہ نکل گیا تھا کہ کیا ہم پر کوئی ایسا دن بھی آئے گا جس میں ہم امن وامان سے ہونگے اور ہتھیار ساتھ رکھنے کی ضرورت نہ ہوگی اس پر اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آیت کریمہ نازل فرمائی:

(وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) الا خ

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرات صحابہ (رض) سے وعدہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں زمین پر خلیفہ بنائے گا تمہیں زمین میں اقتدار واختیار دے گا، دشمن مغلوب ہونگے عرب وعجم پر تمہارا تسلط ہوگا ان سے پہلے جو اہل ایمان تھے ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے زمین میں خلیفہ بنایا اور اقتدار سپرد فرمایا۔ حضرات انبیاء کرام (علیہ السلام) میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی حکومت وسلطنت تو مشہور ہی ہے ان کے علاوہ بھی بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حکومت عطا فرمائی اور زمین میں با اختیار اور با اقتدار بنایا۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا:

(یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ)

(اے میری قوم! تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہیں عطا فرمائی جبکہ اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا تو جہانوں میں سے کسی کو نہیں دیا)۔

اللہ تعالیٰ کا ہر وعدہ برحق ہے اس نے ہر وعدہ پورا فرمایا ہے اور آئندہ بھی اس کے سارے وعدہ پورے ہونگے۔ حضرات صحابہ کرام (رض) سے جو وعدہ فرمائے جو ایمان اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر تھے وہ

سب پورے ہوئے عرب (حجاز، یمن، شام، عراق، نجد) پر ان کا تسلط ہوا ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کی بڑی بڑی حکومتیں قائم رہیں۔ صد ہا سال افریقہ اور ایشیاء کے ممالک پر ان کا قبضہ رہا۔ انہیں پورا اختیار تھا کہ اپنے دین پر چلیں اور لوگوں کو چلائیں۔ اسلام کی دعوت دیں اس کو پھیلائیں (وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِىْ ارْتَضٰى لَهُمْ) کا پورا پورا مظاہرہ تھا نہایت سکون واطمینان اور امن وامان کے ساتھ رہتے تھے۔ مکہ معظّمہ کی زندگی میں جو خوف و ہراس تھا پھر مدینہ منورہ میں جو چند سال خوف وخطرے کے گزرے اسے اللہ تعالیٰ نے امن سے بدل دیا۔ اور (وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا) میں جو وعدہ فرمایا تھا وہ دیکھتی آنکھوں پورا ہوگیا۔ اس وعدہ کے پورا فرمانے کے ساتھ (يَعْبُدُوْنَنِى لَا يُشْرِكُوْنَ بِى شَيْـًٔا) بھی فرمایا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ پر مضبوطی سے جمے رہیں اللہ کی عبادت کرتے رہیں اور کسی طرح کا شرک جلی یا خفی (عمل لغیر اللہ) اختیار نہ کریں۔

مسلمانوں کا شرط کی خلاف ورزی کرنا اور اقتدار سے محروم ہونا

پھر ہوا یہ کہ مسلمانوں نے شرط کی خلاف ورزی کی۔ ایمان بھی کمزور ہوگیا اعمال صالحہ بھی چھوڑ بیٹھے۔ عبادت الٰہیہ سے بھی پہلوتہی کرنے لگے۔ لہٰذا بہت سے ملکوں سے حکومتیں ختم ہوگئیں۔ اور بہت سی جگہ خوف وہراس میں مبتلا ہوگئے امن وامان تباہ ہوگیا۔ اور دشمنوں سے امن وامان کی اور اپنی حکومتیں باقی رکھنے کی بھیک مانگنے لگے۔ بڑی بڑی حکومتیں چھن جانے کے بعد اب بھی افریقہ اور ایشیاء میں مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہیں اور زمین کے بہت بڑے حصہ پر اب بھی انہیں اقتدار حاصل ہے۔ لیکن اصحاب اقتدار عموماً نام کے مسلمان ہیں۔ کہیں شیعیت کو اجاگر کیا جارہا ہے اور کہیں شیوعیت کو امام بنا رکھا ہے کہیں مغربی جمہوریت پر ایمان لائے ہوئے ہیں کہیں الحاد اور زندقہ کو اپنا رکھا ہے قانون ہے تو مغرب کا اور وضع قطع ہے تو نصاریٰ کی، پھر دشمن سے دبتے ہیں اور اسی کے کہنے کے مطابق کرتے ہیں۔ آپس میں جنگ ہے دشمنوں سے راز داری ہے قرآن مجید میں جو (لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا) فرمایا ہے اس کی صریح خلاف ورزی ہے، ہر وقت خوف زدہ ہیں کہ دشمن ہمیں اقتدار سے نہ ہٹوا دیں یا قتل نہ کروا دیں۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے دور ہیں دشمنان اسلام کی فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے اپنا بھرم اور مضبوط تسلط کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے استخلاف اور تمکین کے وعدہ کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا تھا (وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ) (جو اس کے بعد ناشکری کرے گا تو یہی لوگ نافرمان

ہیں) ہم نے لفظ کفر کا ترجمہ ناشکری سے کیا ہے یہ اس کا لغوی معنی ہے اور شریعت کی اصطلاح میں ایمان کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں جو شخص کفر اختیار کر لے پورا نافرمان ہے ایسے شخص کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

اگر کوئی شخص کافر تو نہیں ہوا لیکن اعمال صالحہ سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت اور فرمانبرداری سے منہ موڑے ہوئے ہے اسے گو کافر نہ کہا جائے گا لیکن فاسق اور باغی ضرور ہے۔ جب ایسے لوگوں کی اکثریت ہوگی اور مومنین صالحین اور علمائے عاملین کو برا کہا جائے گا اور عامۃ الناس قرآن وحدیث کی تعلیمات سے دور بھاگیں گے تو اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ نے مدد اٹھالی ہے اس لیے حکومتیں ہوتے ہوئے بھی دشمنوں سے خائف ہیں اور ان کے دروازہ پر مال اور اقتدار کی دریوزہ گری کرنے میں منہمک ہیں ڈرتے رہتے ہیں کہ دشمن کی نافرمانی کر لی تو کرسی جاتی رہے گی۔ کاش مسلمانوں کے جتنے ملک ہیں سب متحد ہوتے بلکہ ایک ہی امیر المومنین ہوتا جو سب کو کتاب اللہ اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مطابق لے کر چلتا۔ اگر ایسا کر لیتے تو دشمن نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیکن اب تو مسلمانوں کی خودغرضی نے مسلمانوں کے ملکوں کو اور ان کے اصحاب اقتدار کو دشمنوں کا کھلونا بنا رکھا ہے۔

اگر آج بھی مسلمان مضبوط ایمان والے ہو جائیں اور اعمال صالحہ والے بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت خالصہ میں لگ جائیں تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ وہی دین آجائیں گے جو خلافت راشدہ کے زمانہ میں اور ان کے بعد دیگر ملوک صالحین کے زمانہ میں تھے۔

❊❊❊

درسِ حدیث
ڈاکٹرمفتی عبدالواحد صاحبؒ

طلاق

طلاق جائز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ أَبْغَضُ الْحَلاَلِ إِلَی اللهِ الطَّلاَقُ (ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا حلال (اور جائز) چیزوں میں سے (باوجود جائز ہونے کے) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ (چیز) طلاق ہے۔

فائدہ: جائز ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس میں پسندیدگی اور خوشی بھی ہو مثلاً دو حقیقی بھائیوں میں آپس میں ٹھن جائے اور بات بات پر لڑتے ہوں تو والدین مجبور ہو کر کہتے ہیں کہ تم دونوں آپس میں نہ ملا کرو نہ کوئی بات کیا کرو حالانکہ وہ دل سے یہ پسند نہیں کرتے کہ بھائی بھائی آپس میں غیر بن کر رہیں بلکہ دل میں ان کو یہی پسند ہوتا ہے کہ وہ بھائیوں کی طرح آپس میں شیر وشکر ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو پسند تو یہ ہے کہ میاں بیوی میں جب ایک رشتہ قائم ہو گیا ہے تو اب وہ آپس میں خوش اسلوبی سے نبھاؤ کریں ہاں اگر کسی بھی وجہ سے نبھاؤ نہ ہو سکے تو لڑائی جھگڑے سے بہتر ہے کہ علیحدہ ہو جائیں۔ البتہ شیطان کو یہ پسند ہے کہ میاں بیوی میں جدائی ہو جائے۔

طلاق دینے کی مختلف صورتیں

سب سے بہتر طریقہ

عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ أَنْ يُطَلِّقَهَا وَاحِدَةً ثُمَّ يَتْرُكَهَا حَتّٰى تَحِيضَ ثَلَاثَ حِيَضٍ۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحابہ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ (جب) آدمی (نے طلاق دینی ہوتو وہ) اپنی بیوی کو (صرف) ایک طلاق دے پھر اس کو چھوڑے رکھے یہاں تک کہ عورت کو تین حیض آ جائیں (کہ اس سے عورت کی عدت پوری ہو جائے گی اور نکاح ختم ہو جائے گا لیکن اس کی گنجائش رہے گی کہ عدت کے دوران شوہر رجوع کرسکتا ہے اور اگر عدت گزر چکی ہو لیکن دونوں میاں بیوی چاہیں تو دوبارہ نکاح کر کے اکٹھے ہو سکتے ہیں)۔

جائز طریقہ

عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِاللهِ أَنَّهُ قَالَ طَلَاقُ السُّنَّةِ تَطْلِيقَةٌ وَهِيَ طَاهِرٌ فِي غَيْرِ جِمَاعٍ فَإِذَا حَاضَتْ وَطَهُرَتْ طَلَّقَهَا أُخْرَى فَإِذَا حَاضَتْ وَطَهُرَتْ طَلَّقَهَا أُخْرَى ثُمَّ تَعْتَدُّ بَعْدَ ذٰلِكَ بِحَيْضَةٍ (نسائی)

ابواحوص رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا طلاق دینے کا جائز طریقہ یہ ہے کہ شوہر بیوی کو پاکی کے دنوں میں جبکہ اس سے (ان دنوں میں) جماع بھی نہ کیا ہو ایک طلاق دے دے (جماع نہ کرنے کی قید لگائی تا کہ جماع سے شہوت کو جو سیری ہوتی ہے وہ عورت سے جدائی اختیار کرنے میں اثر انداز نہ ہو) پھر جب حیض گزر جائے اور پاکی کے دن (دوبارہ) آ جائیں تو اس کو ایک اور طلاق دے دے۔ پھر جب (دوسرا) حیض آ کر عورت پھر پاک ہو جائے تو اس کو ایک اور (یعنی تیسری) طلاق دے دے۔ (عورت کی عدت تو پہلی طلاق ہی سے شروع ہو گئی تھی اور اب تک دو حیض گزر چکے ہیں لہٰذا) اب عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد (صرف) ایک حیض عدت کے طور پر گزارے گی۔

***

رمضان کا استقبال کرنا کیسا ہے؟تفصیلی وتحقیقی جواب

دارالافتاءعلامہ بنوری ٹاؤن کراچی

سوال رمضان کا استقبال کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہےتو قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب درکار ہے۔

جواب: استقبالِ رمضان سے آپ کی مراد اگر یہ ہے کہ ماہِ رمضان آنے سے پہلے رمضان المبارک کی تیاری کرنا اور صوم وصلوٰۃ کے لیے اپنے آپ کومستعد رکھنا اور ماہِ رمضان شروع ہونے سے پہلے رمضان کے دوران کی ترتیبات کومرتب کرلینا اور اس کی اہمیت اور فضیلت کو دل میں اجاگر کرنے کی کوشش کرنا تو واضح رہے کہ یہ اعمال واہتمام کی کیفیات شریعت میں ممدوح اور مطلوب ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب ماہِ مبارک آنے والا ہوتا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں اس ماہ کی اہمیت اور فضیلت کو اُجاگر فرماتے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک سے اتنی زیادہ محبت فرماتے اس کے پانے کی کثرت سے دُعا فرماتے تھے اور رمضان المبارک کا اہتمام ماہ شعبان میں ہی روزوں کی کثرت کے ساتھ ہوجاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے شوق ومحبت سے ماہ رمضان کا استقبال فرماتے، لیکن یاد رہے کہ مطلق ماہِ شعبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ روزے رکھنا بیشماراحادیث میں منقول ہے،لیکن ماہِ رمضان سے چند دن (ایک، دودن) پہلے روزہ رکھنے سے منع کیا گیا

ہے تا کہ رمضان کا استقبال مکمل نشاط وانبساط اور چستی اور تیاری کے ساتھ کیا جائے۔ کمزوری اور ضعف واضمحلال کے ساتھ نہیں۔

1۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مبارک مہینے کو خوش آمدید کہہ کر اس کا استقبال فرماتے اور صحابہ کرام سے سوالیہ انداز میں تین بار دریافت کرتے:

مَاذَا يَسْتَقْبِلُكُمْ وَتَسْتَقْبِلُوْنَ؟

''کون تمہارا استقبال کر رہا ہے اور تم کس کا استقبال کر رہے ہو؟''

2:حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کوئی وحی اترنے والی ہے؟ فرمایا: نہیں۔عرض کیا: کسی دشمن سے جنگ ہونے والی ہے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ عرض کیا: پھر کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ يَغْفِرُ فِی أَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ لِكُلِّ أَهْلِ هذه الْقِبْلَةِ۔

''بے شک اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کی پہلی رات ہی تمام اہلِ قبلہ کو بخش دیتا ہے۔''

3:اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جیسے ہی ماہ رجب کا چاند طلوع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا فرماتے:

:''اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَان''

اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا۔

دوسری روایت میں یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ، وَشَعْبَانَ، وَبَارِكْ لَنَا فِي رَمَضَانَ.

''اے اللہ! ہمارے لئے رجب، شعبان اور (بالخصوص) ماہ رمضان کو بابرکت بنا دے۔''

4: اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلسل دو ماہ تک روزے رکھتے نہیں دیکھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان المعظم کے مبارک ماہ میں مسلسل روزے رکھتے کہ وہ رمضان المبارک کے روزہ سے مل جاتا۔

5:اسی طرح مضمون کے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! جس قدر آپ شعبان میں روزے رکھتے ہیں اس قدر میں نے آپ کو کسی اور مہینے میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک ایسا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان میں (آتا) ہے اور لوگ اس سے غفلت برتتے ہیں حالانکہ اس مہینے میں (پورے سال کے) عمل اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل روزہ دار ہونے کی حالت میں اُٹھائے جائیں۔''

6: علامہ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ 'لطائف المعارف' میں لکھتے ہیں:

''ماہ شعبان میں روزوں اور تلاوتِ قرآن حکیم کی کثرت اِس لیے کی جاتی ہے تاکہ ماہ رمضان کی برکات حاصل کرنے کے لئے مکمل تیاری ہو جائے اور نفس، رحمن کی اِطاعت پر خوش دلی اور خوب اطمینان سے راضی ہو جائے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معمول سے اِس حکمت کی تائید بھی ہو جاتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ شعبان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معمول پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شعبان کے شروع ہوتے ہی مسلمان قرآن کی طرف جھک پڑتے، اپنے اَموال کی زکوۃ نکالتے تاکہ غریب، مسکین لوگ روزے اور ماہ رمضان بہتر طور پر گزار سکیں۔''

احادیث تو اتنی حد تک رمضان کے استقبال مفہوم معلوم ہوتا ہے، لیکن آج کل عالمِ اسلام میں ایک روایت چل پڑی ہے جس کی ابتداء عرب ممالک خاص کر مصر اور شام سے ہوئی، اور پھر دوسرے ملکوں میں بھی رائج ہو گئی، اور ہمارے یہاں بھی آ گئی ہے، وہ یہ ہے کہ رمضان شروع ہونے سے پہلے کچھ محفلیں منعقد ہوتی ہیں جس کا نام ''محفل استقبال رمضان'' رکھا جاتا ہے جس میں رمضان سے چند روز پہلے ایک اجتماع منعقد کیا جاتا ہے اور اس میں قرآن کریم اور تقریر اور وعظ رکھا جاتا ہے جس کا مقصد لوگوں کو یہ بتلانا ہوتا ہے کہ ہم رمضان المبارک کا استقبال کر رہے ہیں اور اس کو ''خوش آمدید'' کہہ رہے ہیں۔ رمضان المبارک کے استقبال کا یہ جذبہ بظاہر بہت اچھا ہے، لیکن یہی جذبہ جب آگے بڑھتا ہے تو رفتہ رفتہ کے بعد بدعت کی شکل اختیار کر لیتا ہے (7)، چنانچہ بعض جگہوں پر اس استقبال کی محفل نے بدعت کی شکل اختیار کر لی، لیکن رمضان المبارک کا اصل استقبال یہ ہے کہ رمضان آنے سے پہلے اپنے نظامِ الاوقات بدل کر ایسا بنانے کی کوشش کرے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ وقت اللہ جل شانہٗ کی عبادت میں صرف ہو، رمضان کا مہینہ آنے

سے پہلے یہ سوچ اپنائی جائے، کہ یہ مہینہ آرہا ہے کس طرح میں اپنی دنیوی مصروفیات کم کر کے زیادہ سے زیادہ وقت عبادات میں صرف کیا جائے، اس مہینے میں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو بالکلیہ عبادت کے لئے فارغ کرلے توسبحان اللہ، اگر بالکلیہ اپنے آپ کو فارغ نہیں کرسکتا تو پھر یہ دیکھے کہ کون کون سے کام ایک ماہ کے لئے چھوڑ سکتا ہے، ان کو چھوڑے، اور کن مصروفیات کو کم کرسکتا ہے، ان کو کم کرے اور جن کاموں کو رمضان کے بعد تک مؤخر کرسکتا ہے ان کو مؤخر کرے اور رمضان کے زیادہ سے زیادہ اوقات کو عبادت میں لگانے کی فکر کرے، استقبال رمضان کا صحیح طریقہ یہی ہے اگر یہ کام کرلیا تو انشاء اللہ رمضان المبارک کی صحیح روح اور اس کے انوار و برکات حاصل ہوں گے، ورنہ یہ ہوگا کہ رمضان المبارک آئے گا اور چلا جائے گا اور اس سے صحیح طور پر فائدہ ہم نہیں اٹھاسکیں گے۔

فرمان الٰہی ہے:

" شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. "(البقرة:آيت:۱۸۵)

ترجمہ:''(وہ تھوڑے دن) ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا (ایک) وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لیے (ذریعہ) ہدایت ہے اور (دوسرا وصف) واضح الدلالتہ ہے منجملہ ان (کتب) کے جو (زریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور (حق و باطل میں) فیصلہ کرنے والی (بھی) ہیں سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیے۔''(بیان القرآن)

الترغیب والترھیب للمنذریؒ میں ہے:

"وعن عبادة بن الصامت رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يوما وحضر رمضان أتاكم رمضان شهر بركة يغشاكم الله فيه فينزل الرحمة ويحط الخطايا ويستجيب فيه الدعاء ينظر الله تعالى إلى تنافسكم فيه ويباهي بكم ملائكته فأروا الله من أنفسكم خيرا فإن الشقي من حرم فيه رحمة الله عز وجل:رواه الطبراني ورواته ثقات إلا أن محمد بن قيس لا يحضرني فيه جرح ولا تعديل."

(الترغيب والترهيب من الحديث الشريف للمنذري (ت ٦٥٦هـ) ج:2،

ص:60، ط:دار الكتب العلمية-بيروت)

ترجمہ:" عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا: جب رمضان قریب آ رہا تھا، تمہارے پاس رمضان آیا، برکتوں کا مہینہ جس میں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے رحمت سے ڈھانپے گا اور رحمت نازل کرے گا، گناہوں کو مٹا دے گا اور دعاؤں کا قبول کرے گا، اللہ تعالیٰ اس میں آپ کے مقابلے کو دیکھے گا اور اپنے فرشتوں کے سامنے آپ پر فخر کرے گا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کو اپنی طرف سے بہترین چیز دکھائیں، کیونکہ بدبخت ہے وہ جو خدا تعالی کی رحمت سے اس میں محروم ہے۔"

***

شیخ کی ذاتی زندگی میں مت جھانکیں

یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے جن بڑوں سے ہم دینی فیوض اخذ کریں ان سے اپنا تعلق صرف اللہ کی جانب کا رکھیں اور صرف اسی لائن کے ان اقوال وافعال اور احوال سے سروکار رکھیں باقی دوسری لائنوں کی ان کی ذاتی اور خانگی باتوں سے بے تعلق بلکہ بے خبر رہنے کی کوشش کریں کیونکہ یہ ان کا اپنا بشری حصہ ہے لامحالہ اس میں کچھ کدورتیں ہوں گی اور جب آدمی اپنی توجہ ان کی طرف چلاوے گا تو وہ اس کے اندر بھی آئیں گی نیز بسا اوقات اعتراض پیدا ہوگا جو بعد اور محرومی کا باعث ہوجائے گا اسی لئے مشائخ کی کتابوں میں سالک کو شیخ کے خانگی احوال پر نظر نہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

از" ملفوظات حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ"

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب
اُستاذ الحدیث جامعہ دار التقویٰ لاہور

شبِ براءت ۔۔فضائل و مسائل

ماہِ شعبان کی فضیلت :

یوں تو ہر دن ہر مہینہ ہر سال ہی محترم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے مگر کچھ دن اور مہینے ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص فضیلت عطا کی ہے اُن میں سے ایک مہینہ شعبان المعظم کا بھی ہے اِس مہینہ کی اَحادیثِ مبارکہ میں بڑی فضیلت آئی ہے۔حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا'' (مسند فردوس دیلمی)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب رجب المرجب کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یوں دُعا فرماتے : یا اللہ رجب اور شعبان کے مہینے میں ہمارے لیے برکت فرما اور خیریت کے ساتھ ہم کو رمضان تک پہنچا۔'' (اِبن عساکر۔اَلدعوات الکبیر ج ۲ ص ۱۴۲۔مشکٰوۃ ص ۱۲۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ''جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (شعبان میں) اِتنے زیادہ روزے رکھتے کہ ہم کہتے کہ اب آپ اِفطار نہ کریں گے اور کبھی آپ اِفطار کیے جاتے (یعنی روزے ہی نہ رکھتے) یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔اور میں نے آپ کو کسی مہینہ میں شعبان کے مہینے سے زیادہ (نفلی) روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔'' (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ ص ۱۷۸)

اِس حدیث کے پیشِ نظر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے کیوں رکھتے تھے ؟ تو اِس کی وجہ بھی حدیث میں موجود ہے، چنانچہ ایک حدیث

میں آتا ہے کہ حضرت اُسامہؓ نے ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں آپ کو شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ''شعبان ایسا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اِس کی فضیلت سے غافل ہیں، اِس مہینہ میں اللہ رب العلمین کے حضور میں لوگوں کے اَعمال پیش کیے جاتے ہیں، میری آرزو یہ ہے کہ جب میرے اَعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔'' (نسائی ج ۱ ص ۲۵۱)

شبِ براءت کی فضیلت :

ماہِ شعبان المعظم میں ایک رات آتی ہے جو بڑی فضیلت والی رات ہے، اِس رات کے کئی نام ہیں: (۱) لَیْلَۃُ الْبَرَاءَۃِ یعنی دوزخ سے بری ہونے کی رات (۲) لَیْلَۃُ الصَّکِّ یعنی دستاویز والی رات (۳) لَیْلَۃُ الْمُبَارَکَۃِ یعنی برکتوں والی رات۔ عُرفِ عام میں اِسے '' شب براءت'' کہتے ہیں۔ شب کے معنی فارسی زبان میں رات کے ہیں اور براءت عربی کا لفظ ہے جس کے معنی بری ہونے اور نجات پانے کے ہیں۔ یہ شعبان کی پندرھویں شب کو ہوتی ہے۔ اَحادیثِ مبارکہ میں اِس شب کی بڑی فضیلت آئی ہے ،ایک حدیث میں آتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب کو آسمانِ دُنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلۂ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کی بخشش فرماتے ہیں۔'' (ترمذی ج ۱ ص ۱۵۶ و اِبن ماجہ ص ۱۰۰)۔ کہتے ہیں کہ عرب میں اِس قبیلہ کے پاس تقریبًا بیس ہزار بکریاں تھیں، اَندازہ فرمائیے کہ بیس ہزار بکریوں کے کتنے بال ہوں گے ؟ اُن کا شمار کرنا بھی اِنسان کے بس کی بات نہیں، اِس سے معلوم ہوا کہ اِس رات میں اِتنے لوگ دوزخ سے بری کیے جاتے ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

ایک دُوسری حدیث میں آتا ہے کہ ''جب شعبان کی پندرھویں شب آتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک اِعلان کرنے والا اِعلان کرتا ہے کہ کیا کوئی بخشش کا طلبگار ہے کہ میں اُس کو بخش دُوں، کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اُسے رزق دُوں، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اُسے (تکلیف) سے نجات دُوں، کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا ہے ؟ غرض تمام رات اِسی طرح دربار رہتا ہے اور عام بخشش کی بارش ہوتی رہتی ہے حتی کہ فجر ہو جاتی ہے (اور دربار برخاست ہوجاتا ہے)۔'' (فضائل الاوقات ص ۱۲۵ شعب الایمان ج ۳ ص ۳۸۳)

شبِ براءت میں کیا ہوتا ہے ؟ :

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''تمہیں معلوم ہے شعبان کی اِس (پندرہویں) شب میں کیا ہوتا ہے؟ اُنہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِس رات میں یہ ہوتا ہے کہ اِس سال میں جتنے پیدا ہونیوالے ہیں وہ سب لکھ دیے جاتے ہیں اور جتنے اِس سال مرنے والے ہیں وہ سب بھی اِس رات میں لکھ دیے جاتے ہیں اور اِس رات میں سب بندوں کے اَعمال (سارے سال کے) اُٹھائے جاتے ہیں اور اِسی رات میں لوگوں کی (مقررہ) روزی اُترتی ہے۔'' (اَلدعوات الکبیر ج ۲ ص ۱۴۶ ۔ مشکوۃ ج ۱ ص ۱۱۵)

ایک اِعتراض اور اُس کا جواب :

یہاں ایک اِعتراض پیدا ہوتا ہے کہ روزی وغیرہ تو پہلے سے لوحِ محفوظ میں لکھی جا چکی ہے پھر اِس کا کیا مطلب کہ اِس شب میں اِنسان کو ملنے والی روزی لکھ دی جاتی ہے ؟ اِس اِعتراض کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ اِس شب مذکورہ کاموں کی فہرست لوحِ محفوظ سے علیحدہ کر کے اُن فرشتوں کے سُپرد کر دی جاتی ہے جن کے ذمہ یہ کام ہیں۔ اَلغرض اِس رات میں پورے سال کا حال قلمبند ہوتا ہے، رزق، بیماری، تنگی، راحت و آرام، دُکھ، تکلیف حتّٰی کہ ہر وہ شخص جو اِس سال پیدا ہونے یا مرنے والا ہو اُس کا وقت بھی اِسی شب میں لکھا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ اِس مہینے کی پندرہویں شب میں مَلکُ الموت (عزرائیل علیہ السلام) کو ایک رجسٹر دیا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ پورے سال میں مرنے والوں کے نام اِس رجسٹر سے نقل کر لو۔ کوئی آدمی کھیتی باڑی کرتا ہے، کوئی نکاح کرتا ہے، کوئی کوٹھی اور بلڈنگ بنوانے میں مشغول ہے مگر اُس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ میرا نام مُردوں کی فہرست میں لکھا جا چکا ہے۔ (لطائف المعارف ص ۱۴۸ ۔ مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۱۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پندرہویں شب میں معمول :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ : ایک رات رسول اَکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میرے گھر تشریف لائے اور لباس تبدیل فرمانے لگے لیکن پورا لباس اُتارا نہ تھا کہ پھر کھڑے ہو گئے اور لباس زیبِ تن فرمایا۔ اِس پر مجھے سخت رشک آیا اور گمان ہوا کہ آپ میری کسی سوکن کے یہاں جا رہے ہیں، آپ کی روانگی کے بعد میں بھی پیچھے پیچھے چلی، یہاں تک کہ میں نے آپ کو ''بقیعِ غرقد'' (جنت البقیع) میں اِس حالت میں دیکھا کہ آپ مسلمان مرد وزَن اور شہداء کے لیے مغفرت طلب فرما رہے ہیں ۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ اللہ کے کام میں مشغول ہوں اور میں دُنیاوی کام میں لگی ہوئی ہوں ،اس کے بعد میں لوٹ کر اپنے حجرہ میں آئی، میں لمبی لمبی سانس لے رہی تھی کہ اِتنے میں آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا عائشہ کیا بات ہے سانس کیوں پُھول رہا ہے؟ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ تشریف لا کر لباس تبدیل فرمانے لگے، ابھی لباس اُتارنے بھی نہ پائے تھے کہ دوبارہ لباس زیبِ تن کیا، اِس پر مجھے رشک آیا اور خیال ہوا کہ آپ کسی اور زوجہ کے گھر تشریف لے جا رہے ہیں تا آنکہ میں نے آپ کو قبرستان میں دُعا میں مشغول دیکھا۔ اِس پر آپ نے اِرشاد فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ اللہ اور اُس کا رسول تم پر کوئی ظلم وزیادتی کرے گا ؟

واقعہ یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اُنہوں نے کہا کہ آج شعبان کی پندرہویں شب ہے جس میں قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت فرماتے ہیں اور مشرک ،کینہ ور، قطع تعلق کرنے والے ، بدسلوک، غرور سے زمین پر لباس گھسیٹ کر چلنے والے، والدین کے نافرمان اور عادی شراب خور کی طرف اِس شب نظرِ کرم نہیں فرماتے ،اِس کے بعد آپ نے لباس اُتارا اور فرمایا اے عائشہؓ شب بیداری کی اِجازت ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان بصد شوق، چنانچہ آپ کھڑے ہو گئے اور عبادت کرنے لگے، دورانِ نماز ایک بڑا لمبا سجدہ کیا جس پر مجھے آپ کی قبضِ رُوح کا گمان ہوا، میں اُٹھ کر آپ کو دیکھنے بھالنے لگی، میں نے آپ کے تلووں کو ہاتھ لگایا تو اُن میں حرکت تھی، اِس پر مجھے خوشی ہوئی، میں نے آپ کو سجدہ میں یہ دُعا کرتے سُنا۔

اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَ

اَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ جَلَّ وَجْھُکَ لَآ اُحْصِیْ ثَنَائً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ۔

صبح کو میں نے آپ سے اِن دُعاؤں کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِن دُعاؤں کو یاد کرلو اور دُوسروں کو بھی اِن کی تعلیم دو کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ دُعائیں سکھائیں اور کہا کہ سجدہ میں یہ مکرر پڑھی جائیں۔'' (ماثبت بالسنۃ ص ۱۷۳)

شبِ براءت میں کن لوگوں کی بخشش نہیں ہوتی ؟ :

بہت سی حدیثوں میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کچھ بدنصیب لوگ ایسے ہیں کہ اس برکت والی رات میں بھی رحمتِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں اور اُن پر نظرِ عنایت نہیں ہوتی ۔ذیل میں ایسے بد قسمت لوگوں کی فہرست پیش کی جاتی ہے تا کہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو: (۱) مُشرک (۲) جادُوگر (۳) کاہن ونجومی (۴) بغض اور کینہ رکھنے والا (۵) جلاّد (۶) ظُلم سے ٹیکس وصول کرنے والا (۷) باجا بجانے والا اور اُن میں مصروف رہنے والا (۸) جُوا کھیلنے والا (۹) ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا (۱۰) زانی مرد وعورت (۱۱) والدین کا نافرمان (۱۲) شراب پینے والا اور اُس کا عادی (۱۳) رشتہ داروں اور مسلمان بھائی سے ناحق قطع تعلق کرنے والا۔

یہ وہ بدقسمت لوگ ہیں جن کی اِس بابرکت رات میں بھی بخشش نہیں ہوتی اور رحمتِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں۔ اِس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے گریبان میں مُنہ ڈالے اور غور وفکر کرے کہ کہیں اِن عیبوں میں سے میرے اَندر تو کوئی عیب اور بُرائی نہیں، اگر ہو تو اُس سے توبہ کرے اور حق تعالیٰ کی طرف رُجوع کرے، یہ خیال نہ کرے کہ میرے اِتنے اور ایسے گناہ کیسے معاف ہوں گے، یہ شیطانی خیال ہے۔

پندرہویں شعبان کے روزہ کا حکم :

آنحضرت ﷺ شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے اور دُوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دیتے تھے، خاص طور پر پندرہویں شب کے روزے کے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا یہ اِرشاد منقول ہے کہ'' جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو رات کو قیام کرو (یعنی

نمازیں پڑھو) اور (اگلے) دن کا روزہ رکھو۔'' (ابن ماجہ)

شبِ براءت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کن کاموں سے بچنا چاہیے :

(۱) اِس رات میں قیام کرنا یعنی نوافل پڑھنا مستحب ہے۔

(۲) قبرستان جانا اور مسلمان مردوزَن کے لیے اِیصالِ ثواب کرنا مستحب ہے۔

(۳) اگلے دن کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

اِس شب میں صلوٰۃ التسبیح پڑھیں، تہجد پڑھیں اور اِس بات کا خاص خیال رکھیں کہ عشاء اور فجر کی نماز ضرور جماعت کے ساتھ اَدا کریں، ایسا نہ ہو کہ نفلوں میں تو لگے رہیں اور فرائض چھوٹ جائیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکیلے قبرستان گئے تھے اِس لیے اکیلے جائیں اور صرف مرد جائیں عورتیں نہ جائیں، عورتوں کا قبرستان جانا جائز نہیں۔

بہتر ہے کہ شعبان کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تینوں دن کے روزے رکھ لیے جائیں اِنہیں ''اَیَّامِ بِیض'' کہتے ہیں اور اِن دِنوں میں روزہ رکھنے کا بہت ثواب ہے۔

اِس شب میں آتش بازی ہرگز نہ کی جائے اِس کا سخت گناہ ہے اور یہ ہندوؤں کا کام ہے نہ کہ مسلمانوں کا، چراغاں نہ کیا جائے کیونکہ اَوّل تو یہ شریعت سے ثابت نہیں دُوسرے اِس میں اِسراف ہے۔ بہت سے لوگ اِس شب میں بجائے عبادت کے حلوے مانڈے میں مصروف ہوجاتے ہیں، شریعت سے اِس شب حلوہ وغیرہ پکانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ بہت سے لوگ مسجد میں اکٹھے ہو کر شوروغوغا کرتے ہیں اِس سے بچا جائے اِس کا سخت گناہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ نفلی عبادت خُفیہ کی جائے کہ دُوسرے کو پتہ نہ چلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرامؓ اِس شب میں اِس طرح مسجد میں اکٹھے نہیں ہوتے تھے سب اپنے گھروں میں ہی عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

❊❊❊

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیتِ تاجر

مفتی محمد راشد ڈسکوی

کائنات میں بسنے والے افرادِ انسانی کی کامل رہبری کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے انبیاء کرام کو بھیجا جاتا، سب سے آخر میں سردار الانبیائ، رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث کیا گیا، سب سے آخر میں بھیج کر، قیامت تک کے لیے آنجناب ﷺ کے سر پر تمام جہانوں کی سرداری ونبوت کا تاج رکھ کر اعلان کر دیا گیا کہ:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔" (الأحزاب: ۲۱)

یعنی اے دنیا بھر میں بسنے والے انسانو! اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر اور پُرسکون بنانا چاہتے ہو تو تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی مبارک ہستی میں بہترین نمونہ موجود ہے، ان سے راہنمائی حاصل کرو اور دنیا وآخرت کی ابدی خوشیوں اور نعمتوں کو اپنا مقدر بناؤ، گویا کہ اس اعلان میں دنیا میں بسنے والے ہر ہر انسان کو دعوتِ عام دی گئی ہے کہ جہاں ہو، جس شعبے میں ہو، جس قسم کی راہنمائی چاہتے ہو، جس وقت چاہتے ہو، تمہیں مایوسی نہ ہوگی، تمہیں تمہاری مطلوبہ چیز سے متعلق مکمل راہنمائی ملے گی، شرط یہ ہے کہ تم میں طلبِ صادق ہونی چاہیے،۔

چنانچہ! تاجر ہو یا کاشتکار، شریک ہو یا مضارب، مزدور ہو یا کوئی بھی محنت کش، ماں ہو یا باپ، بیٹا ہو یا بیٹی، میاں ہو یا بیوی، مسافر ہو یا مقیم، صحت مند ہو یا مریض، شہری ہو یا دیہاتی، اگر وہ چاہے کہ میرے

لیے میرے شعبے میں راہنمائی ملے، تو اس کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ کی مبارک ہستی میں نمونہ موجود ہے۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے سامنے جناب رسول اللہ ﷺ کو نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے کہ میرے اس محبوب کو دیکھو، تمہیں ہر چیز ملے گی، اپنے سے متعلق روشنی حاصل کرو اور اس پر عمل پیرا ہو کر اللہ کے محبوب بن جاؤ۔ تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کی تشریح میں علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

”هٰذه الآیة الكريمة أصلٌ كبيرٌ فی التأسّی برسول الله ﷺ فی أقواله، وأفعاله، وأحواله۔“ (تفسیر ابن کثیر، سورۃ الأحزاب: ۲۱، ۶/۳۹۱)

”یہ آیت کریمہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال کی اتباع کرنے میں بہت بڑی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔“ ان سطور سے مقصود نبی اکرم ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ کو سمیٹنا نہیں ہے، بلکہ صرف آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی سیرتِ طیبہ سے تجارت کے پہلو کو واضح کرنا مقصود ہے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے تجارت کا پیشہ اپنایا اور رزق حلال سے اپنی زندگی کا رشتہ استوار رکھا، نبوت کے اس پہلو کو سمجھنے کے لیے اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے دو حصے ہیں، ایک: نبوت ملنے سے قبل کا اور دوسرا: نبوت ملنے کے بعد کا۔

اول الذکر کا دورانیہ چالیس سال ہے اور ثانی الذکر کا دورانیہ تیئیس سال۔ اس دوسرے حصے کے پھر دو حصے ہیں، ایک: مکی دور، اور دوسرا: مدنی دور۔ نبوت سے قبل کی معاشی کیفیت نبی اکرم ﷺ کا نبوت سے پہلے والا دور مالی اور معاشی اعتبار سے بہت زیادہ خوش حال دور نہیں تھا، لیکن اس کے برعکس یہ کہنا بھی درست نہیں کہ آپ ﷺ بہت ہی زیادہ مفلوک الحال زندگی بسر کر رہے تھے، البتہ یہ ضرور تھا کہ آنجناب ﷺ بچپن سے ہی محنت ومشقت کر کے اپنی مدد آپ ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کا ذہن رکھتے تھے۔ والد کی طرف سے ملنے والی میراث جب آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی تو آپ ﷺ کے سر سے والد کا سایہ اٹھ چکا تھا، ان کی طرف سے بطورِ میراث بھی کوئی جائیداد آپ ﷺ کی طرف منتقل نہیں ہوئی تھی، جیسا کہ کتبِ سیرت میں اس کی تفصیل میں صرف یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ کو میراث میں صرف پانچ اونٹ، چند بکریاں اور ایک باندی ملی، جس کا نام ”ام ایمن“ تھا، (اس باندی کو بھی جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کے وقت یعنی: پچیس سال کی عمر میں آزاد کر دیا تھا) اس کے علاوہ مزید کوئی چیز میراث میں نہ ملی تھی۔(1)

میراث میں ملنے والی یہ اشیاء اس قابل نہ تھیں کہ آپ ﷺ کی کفالت کے لیے کافی ہو جاتیں، یہی وجہ

تھی کہ دیہاتی علاقوں سے آ کر جو عورتیں بچوں کو پرورش اور تربیت کے لیے لے جایا کرتی تھیں، آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف ان میں سے کسی کا بھی رجحان آپ ﷺ کی طرف نہیں ہوا کہ یہ تو یتیم اور غریب بچہ ہے، اس کی پرورش کرنے پر ہمیں اس کی والدہ کی طرف سے کچھ خاص معاوضہ نہ مل سکے گا، اور حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے جو آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا انتخاب کیا تھا، وہ بھی ابتداً نہیں کیا تھا، بلکہ جب ان کے لیے کوئی اور بچہ نہ بچا، تو پھر ان کو خیال آیا چلو! خالی ہاتھ واپس جانے کی بجائے اس یتیم بچے کو ہی لے جانا چاہیے، مال تو نہیں، لیکن اللہ تو راضی ہوگا۔

دادا اور چچا کی کفالت میں ان ابتدائی دو سالوں میں آپ ﷺ کی کفالت آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب کرتے رہے، دو سال کے بعد آپ ﷺ کے دادا بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے، دادا کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے آپ ﷺ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی، ابو طالب آپ ﷺ کے حقیقی چچا تھے، جو بہت ہی ذوق وشوق اور محبت سے آپ ﷺ کی پرورش کرتے رہے اور آپ ﷺ کی ضروریات پوری کرنے کی اپنی مقدور بھر سعی کرتے رہے، چنانچہ! آپ ﷺ کے چچا جب تجارت کی غرض سے دوسرے شہروں میں جاتے تو اپنے بھتیجے کو بھی ہمراہ لے جاتے۔

بکریاں چرانا مکہ مکرمہ میں حصول معاش کے لیے عام طور پر گلہ بانی اور تجارت عام تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کی ابتداء میں ہی اپنی معاش کے بارے میں از خود فکر کی، ابتداءً اہلِ مکہ کی بکریاں اجرت پر چراتے تھے، بعد میں تجارت کا پیشہ بھی اختیار کیا، اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں تھی، بلکہ یہ تو آپ ﷺ کی عظمت اور تواضع کی کھلی دلیل ہے، اس لیے کہ بکریاں چرانے والے شخص میں جفاکشی، تحمل وبردباری اور نرم دلی پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے کہ بکریاں چرانا معمولی کام نہیں ہے، بلکہ بہت ہی زیادہ ہوشیاری اور بیدار مغزی والا کام ہے، اس لیے کہ بکریاں بہت کمزور مخلوق ہوتی ہیں، تیزی اور پھرتی میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہوتا، انہیں قابو میں رکھنے کے لیے بھی خوب پھرتی کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس جانور پر قابو سے باہر ہونے کی صورت میں غصہ اتارنا بھی ممکن نہیں ہوتا، یعنی: غصہ کی وجہ سے مار بھی نہیں سکتے، کیونکہ بوجہ ان کے چھوٹا، دبلا پتلا اور کمزور ہونے کے ان کی ہڈیاں وغیرہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس بنا پر بکریاں چرانے والے میں خوب تحمل وغیرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”ما بعث الله نبيا إلا رعى الغنم، فقال أصحابه: وأنت ؟ فقال: نعم! كنت أرعاها علىٰ قراريط لأهل مكة۔“ (صحيح البخاري، كتاب الإجارات، باب رعي الغنم على قراريط، رقم الحديث: ۲۲۶۲)

”نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے جو بھی نبی بھیجا، اس نے بکریاں ضرور چرائیں، صحابہ کرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے بھی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ہاں! میں بھی مکہ والوں کی بکریاں قراریط پر چراتا تھا۔“

”قراریط“ سے کیا مراد ہے؟ اس میں اختلاف ہے، بعض کا قول یہ ہے کہ یہ درہم یا دینار کے ایک ٹکڑے کا نام ہے، اس صورت میں مطلب یہ بنے گا کہ کچھ قراریط کے عوض بکریاں چرائیں، اور بعض کا قول ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کے ایک محلہ ”جیاد“ کا نام ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مقام قراریط میں بکریاں چرائیں۔ علامہ ابن ملقن ؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، کتاب ال إجارات، باب رعی الغنم، رقم الحدیث: ۲۲۶۲، ۱۵/ ۳۵، ۳۶)

اسی طرح ایک بار نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ جنگل تشریف لے گئے، صحابہ ؓ بیریاں توڑ توڑ کر کھانے لگے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو خوب سیاہ ہوں وہ کھاؤ، وہ زیادہ مزے کی ہوتی ہیں، یہ میرا اس زمانے کا تجربہ ہے، جب میں بچپن میں یہاں بکریاں چرایا کرتا تھا۔“

(۲) ملکِ شام کی طرف پہلا سفر

نبی اکرم ﷺ نے شام کی طرف دو سفر کیے، پہلا: اپنے چچا کے ہمراہ، لیکن اس سفر میں آپ ﷺ بطورِ تاجر شریک نہ تھے، بلکہ محض تجارتی تجربات حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ کے چچا نے آپ ﷺ کو ساتھ لیا تھا، اسی سفر میں بحیرا راہب والا مشہور قصہ پیش آیا، جس کے کہنے پر آپ ﷺ کے چچا نے آپ ﷺ کو حفاظت کی خاطر مکہ واپس بھیج دیا۔

(۳) ملکِ شام کی طرف دوسرا سفر

دوسرا سفر آپ ﷺ نے بطور تاجر حضرت خدیجہ ؓ کا سامان لے کر اجرت پر کیا۔ قصہ کچھ اس طرح پیش آیا کہ جب آپ ﷺ پچیس برس کے ہوگئے تو آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے کہا کہ اے بھتیجے! میں ایسا شخص

ہوں کہ میرے پاس مال نہیں ہے، زمانہ کی سختیاں ہم پر بڑھتی جا رہی ہیں، تمہاری قوم کا شام کی طرف سفر کرنے کا وقت قریب ہے، خدیجہ بنت خویلد اپنا تجارتی سامان دوسروں کو دے کر بھیجا کرتی ہے، تم بھی اجرت پر اس کا سامان لے جاؤ، اس سے تمہیں معقول معاوضہ مل جائے گا۔ یہ گفتگو حضرت خدیجہؓ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے خود آپ ﷺ کو پیغام بھیج کے بلوایا کہ جتنا معاوضہ اوروں کو دیتی ہوں، آپ کو اس سے دوگنا دوں گی۔ اس پر ابو طالب نے آپ ﷺ کو کہا کہ یہ وہ رزق ہے جو اللہ نے تمہاری جانب کھینچ کے بھیجا ہے، اس کے بعد آپ ﷺ قافلے کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے، آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت خدیجہؓ کا غلام ''میسرہ'' بھی تھا، جب قافلہ شام کے شہر بصریٰ میں پہنچا تو وہاں نسطورا راہب نے آپ ﷺ میں نبوت کی علامات پہچان کر آپ ﷺ کے نبی آخر الزمان ہونے کی پیشن گوئی کی۔

دوسرا اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ جب آپ ﷺ نے تجارتی سامان فروخت کر لیا تو ایک شخص سے کچھ بات چیت بڑھ گئی، اس نے کہا کہ لات وعزیٰ کی قسم اٹھاؤ، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''ما حلفت بهما قط، وإني لأمر فأعرض عنهما''۔۔۔۔

''میں نے کبھی ان دونوں کی قسم نہیں کھائی، میں تو ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان سے منہ موڑ لیا کرتا تھا۔'' اس شخص نے یہ بات سن کر کہا: حق بات تو وہی ہے جو تم نے کہی، پھر اس شخص نے میسرہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''هٰذا والله نبي، تجده أحبارنا منعوتاً في كتبهم''۔

''خدا کی قسم! یہ تو وہی نبی ہے، جس کی صفات ہمارے علماء کتابوں میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔''

تیسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ میسرہ نے دیکھا کہ جب تیز گرمی ہوتی تو دو فرشتے نبی اکرم ﷺ پر سایہ کر رہے ہوتے تھے، یہ سب کچھ دیکھ کر میسرہ تو آپ اسے بہت ہی زیادہ متاثر تھا، واپسی میں ظہر کے وقت جب واپس پہنچے تو حضرت خدیجہؓ نے اپنے بالا خانے میں بیٹھے بیٹھے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ اونٹ پر بیٹھے اس طرح تشریف لا رہے تھے کہ دو فرشتوں نے آپ اپر سایہ کیا ہوا تھا۔ حضرت خدیجہؓ اور ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی عورتوں نے یہ منظر دیکھ کر بہت تعجب کیا، اور پھر جب میسرہ کی زبانی سفر کے عجائب، نفع کثیر اور نسطورا راہب اور اس جھگڑا کرنے والے شخص کی باتیں سنیں تو بہت زیادہ متأثر ہوئیں، حضرت خدیجہؓ بہت زیادہ دور اندیش، مستقل مزاج، شریف، با عزت اور بہت مال دار عورت تھیں، انہوں نے آپ ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیج کر نکاح کر لیا،

اس وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔

(ملخّص وبتغیر یسیر من الطبقات الکبریٰ، ذکر خروج رسول اللہ إلی الشام فی المرۃ الثانیۃ، ذکر تزویج رسول اللھا خدیجۃ بنت خویلد: ۱/ ۱۰۷-۱۰۹)

یمن کی طرف دوسفر جوتجارتی اسفار نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کی وجہ سے کیے، ان میں دوسفر یمن کی طرف بھی تھے، امام حاکمؒ نے ''المستدرک'' میں نقل کیا ہے:

''استأجرت خدیجۃ رضوان اللہ علیھا رسول اللہ سفرتین إلٰی جُرَش، کل سفرۃٍ بقَلوصٍ۔'' (المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہ، ومنھم خدیجۃ بنت خویلد، رقم الحدیث: ۴۸۳۴، ۳/۲۰۰)

''حضرت خدیجہؓ نے نبی اکرم ﷺ کو جرش (یمن کے ایک مقام) کی طرف دو بار تجارت کے لیے اونٹنیوں کے عوض بھیجا۔'' بحرین کی طرف سفر نبوت سے قبل آپ ﷺ کے بحرین کی طرف سفر کرنے کا بھی اشارہ ملتا ہے، وہ اس طرح کہ جس طرح آپ ﷺ کی خدمت میں عرب کے تمام دور دراز مقامات سے وفود حاضر خدمت ہوتے رہے، انہی وفود میں بحرین سے وفدِ عبد القیس بھی آیا تو آپ ﷺ نے اہلِ وفد سے بحرین کے ایک ایک مقام کا نام لے کر وہاں کے احوال دریافت فرمائے تو لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو ہمارے ملک کے احوال ہم سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: ہاں! میں تمہارے ملک میں خوب گھوما ہوں۔

(۴) تجارتی اسفار میں آپ ﷺ کے خصائل حمیدہ نبی اکرم ﷺ اپنی عمر مبارک کے پچیسویں سال تک تجارتی اسفار میں اپنے اخلاقِ کریمانہ، حسن معاملہ، راست بازی، صدق ودیانت کے وجہ سے اتنے زیادہ مشہور ہو چکے تھے کہ خلقِ خدا میں آپ ﷺ ''صادق وامین'' کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے، لوگ کھلے اعتماد کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس بے دھڑک اپنی امانتیں رکھواتے تھے، انہی خصائل کی بنا پر حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کی رغبت نبی اکرم ﷺ کی طرف ہوئی تھی اور پیغامِ نکاح بھیج دیا تھا۔ لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرنا تجارتی معاملات کی کامیابی کے لیے معاملات کی صفائی اور لڑائی جھگڑے سے پرہیز اہم ترین کردار ادا کرتا ہے، اور یہ صفات نبی اکرم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھیں، چنانچہ حضرت قیسؓ فرماتے ہیں کہ: نبی اکرم

ﷺ زمانہ جاہلیت میں میرے شریک ہوتے تھے، اور آپ ﷺ شرکاء میں سے بہترین شریک تھے، نہ لڑائی کرتے تھے اور نہ ہی جھگڑا کرتے تھے۔

(۵) بحث وتکرار سے اجتناب مسلمان تاجر کی صفات میں سے ایک صفت معاملات کے وقت شور شرابا اور آپس کی بے جا بحث وتکرار سے بچنا بھی ہے، اور آپ ﷺ کے اس وصف عظیم کی گواہی زمانہ نبوت سے پہلے بھی دی جاتی تھی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن سائب؄ فرماتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کے اصحاب آپ ﷺ کے سامنے میری تعریف اور میرا تذکرہ کرنے لگے، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہاری نسبت ان سے زائد واقف ہوں، میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! آپ سچ فرماتے ہیں، آپ زمانہ جاہلیت میں میرے شریک ہوتے تھے، اور آپ کتنے بہترین شریک ہوتے تھے کہ نہ شور شرابا (بحث وتکرار) کرتے تھے اور نہ جھگڑا کرتے تھے۔

(۶) ایفائے وعدہ وعدوں کی پاسداری تجار کی بہت بڑی خوبی شمار ہوتی ہے، آنحضرت ﷺ کے اندر یہ وصف کیسا تھا؟! اس بارے میں ''حضرت عبداللہ بن ابی حمساء'' سے روایت ہے کہ میں نے نبوت ملنے سے قبل آپ ﷺ سے خرید وفروخت کا ایک معاملہ کیا، خریدی گئی شئے کی قیمت میں سے کچھ رقم میرے ذمہ باقی رہ گئی، تو میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں کل اسی جگہ آ کر آپ کو بقیہ رقم ادا کر دوں گا، پھر میں بھول گیا، اور مجھے تین روز بعد یاد آیا، میں اس جگہ گیا، تو دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ اسی جگہ تشریف فرما ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اے نوجوان! تم نے مجھے اذیت پہنچائی، میں تین دن سے اسی جگہ پر تمہارا منتظر ہوں۔

(۷) نبوت کے بعد معاشی صورت حال جنابِ رسول اللہ ﷺ نے نبوت مل جانے کے بعد حصول معاش کے لیے کچھ کیا یا نہیں؟ اس بارے میں بالاتفاق قول فیصل یہ ہے کہ بعثت کے بعد آپ ﷺ نے اپنی محنت اور توجہ صرف اور صرف احیائے دینِ متین کی طرف مبذول کر دی تھی۔ بعثت کے بعد آپ ﷺ سے کسی بھی قسم کی معاشی مشغولیت کا ثبوت نہیں ملتا ہے، البتہ! دین کے دیگر شعبوں کی طرف راہنمائی کی طرح اس شعبے کی بھی بہت واضح اور تفصیلی انداز میں راہنمائی کی، اس میدان سے کامیابی کے ساتھ گزر جانے والوں کو جہاں بہت بڑی بڑی بشارتیں سنائیں تو وہاں اس میدان کے چور، ڈاکوؤں اور خائنوں کو وعیدیں سنا سنا کر انہیں لوٹ آنے کی طرف بھی متوجہ کیا، نبی اکرم ﷺ کے فرمودات کا جائزہ لیا جائے تو عبادات کے احکام اور معاملات کے احکام میں ایک اور تین کی نسبت نظر آئے گی، یعنی: عبادات سے متعلق احکام ایک

ربع اور معاملات سے متعلق احکام تین ربع ملیں گے، چنانچہ! کتبِ فقہ میں اہم ترین کتاب ''ہدایہ'' کو دیکھ لیا جائے کہ اس کی چار ضخیم جلدوں میں سے صرف ایک جلد عبادات کے بارے میں ہے اور تین جلدیں معاملات کے بارے میں ہیں، اسی سے شعبہ معاملات کی اہمیت کا اندازہ کرلیا جائے۔

حوالہ جات

۱:......(الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۱/ ۸۰)

۲:...... (صحیح ابن حبان، کتاب الإجارۃ، رقم الحدیث: ۵۱۴۴، ۱۱/ ۵۴۴)

۳:......(الطبقات الکبریٰ،

۴:......(مسند أحمد بن حنبل، بقیۃ حدیث وفد عبد القیس، رقم الحدیث: ۱۵۵۵۹، ۲۴/ ۳۲۷)

۵:......''(الإصابۃ فی تمییز الصحابۃؓ، القاف بعدھا الیائ، ۵/ ۴۷۱)

۶:......''(سنن أبی داود، کتاب الأدب، رقم الحدیث: ۴۸۳۸)

۷:......''(سنن أبی داود، کتاب الأدب، باب فی العدۃ، رقم الحدیث: ۴۹۹۸)

***

احکام الٰہی ،کامیابی کی شاہ کلید

بیان : شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ابراہیم دیولا صاحب

آخری قسط

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ابراہیم دیولا دامت برکاتہم بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین دہلی (انڈیا) کے مقیم بزرگوں میں سے ہیں۔آپ عرصہ دراز تک اس مسجد میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ کی عظیم خدمات بھی انجام دیتے رہے ہیں۔آپ کے بیانات کا اسلوب نہایت سادہ عام فہم لیکن قرآنی آیات سے مزین ہوتا ہے آپ اپنے بیانات میں زیادہ تر قرآنی آیات کے ترجمہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کے بیانات عوام وخواص میں بہت مقبول ہیں۔آپ کے آڈیو بیانات کتابی شکل میں چھپ کر منظر عام پر آچکے ہیں،جنہیں یہاں قسط وار شائع کیا جائے گا۔ان شاءاللہ۔ادارہ

اللہ کے ساتھ اچھا گمان ہونا چاہئے :

ایک اللہ کا عارف یہ کہتا ہے کہ اگر خدا حکمت کی وجہ سے کسی نعمت کا دروازہ بند کردے تو گھبراؤمت حکمت سے بند کی ہے آگے اپنے فضل سے دوسرا دروازہ کھول دیں گے۔اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کا کام کرنے والوں کو خاص طور سے اس کی تلقین فرمائی ہے، کہ وہ اللہ کا کام اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھ کر کریں، اللہ تعالیٰ ہماری دنیا اور آخرت دونوں بناویں گے، جیسے میں نے کہا کہ دین حق ہے، لیکن ناگوار حالات اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ، اور وہ ترقی کے لئے ہیں ، زوال کے لئے نہیں ہیں، زوال تو

نافرمانیوں کی وجہ جہ سے آتا ہے نعمتیں جو زائل ہوتی ہیں وہ نافرمانیوں کی وجہ سے، دین کی وجہ سے جو تکلیفیں آتی ہیں وہ ترقی کے لئے ہوتی ہیں، ان تکلیفوں کے بعد پھر ان کا معاوضہ دیا۔ جائے گا، ان تکلیفوں کا بدلہ دیا جائے گا۔

جیسے مہاجرین نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی، تو بہت نقصان ہوا۔ ان کے مال ومتاع سب ختم ہو گئے اور وہ فقیر ہو گئے محتاج ہو گئے۔ ان کو قرآن مجید میں: فقراء مهاجرين کہا، حالانکہ مالدار تھے، آسودہ حال تھے، لیکن ہجرت کی وجہ سے سب تنگ حالی میں آ گئے۔ تو کیا تنگ حالی میں مر گئے؟ تنگ حالی میں نہیں مرے، یہ اللہ نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہجرت کی برکتیں آنے والی ہیں؟ پہلے نقصان ہوگا وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي سَبِيلِ الله يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيراً وَسَعَةً [سورة النساء، آیت: ۱۰۰] جو اللہ کے راستے میں ہجرت کرے گا وہ مہاجر ہوگا..... وہ اللہ کے راستے میں بڑی وسعت دیکھے گا بڑی کشادگی آئے گی۔ تو کشادگی تو آئی نہیں، جو مال تھا وہ چھین لیا۔ گیا، جو مکانات تھے وہ بھی چھین لیئے مشرکین نے مکہ میں فوراً قبضہ کر لیا تھا، تو ظاہر میں نقصان ہوا، اور اللہ کہتے ہیں کہ بڑی کشادگی آئے گی، چنانچہ ہجرت کے پانچ سال کے بعد تھوڑا ہی عرصہ گزرا۔ حالات بدلنے شروع ہو گئے، دینی بھی اور دنیاوی بھی، چھٹے سال سے حالات بدلے، پانچ سال تو کوئی زیادہ نہیں ہیں، حالات بدلنے شروع ہو گئے چھٹا سال ساتواں سال... آٹھویں سال میں بالکل حالات ٹھیک ہو گئے، مکہ معظّمہ فتح ہو گیا، دین غالب آ گیا، اور مہاجرین مالدار ہو گئے۔ حدیثوں میں ہے کہ مہاجرین مالدار ہو گئے اور مالداری کی نشانی ؟؟؟ کہ مالداری کی نشانی یہ ہوئی کہ انصار نے ان کی جو مدد یں کی تھیں مکانات دئے تھے، باغات دیئے تھے، معاونتیں کی تھیں وہ ہر ایک نے شکریہ کے ساتھ ان کو واپس کر دیا، کہ اب آپ اپنی زمینیں لے لو، اپنا گھر لے لو اپنا سامان لے لو... اللہ آپ کو جزائے خیر دے، اللہ نے مجھے مالدار کر دیا ہے، یہ بات سیرت میں ہے، کہ تکلیف تو آئی لیکن وہ تکلیف زوال کے لئے نہیں آئی، وہ تکلیف کمال کیلئے آئی، اور یہی قاعدہ ہے، دین کی وجہ سے کوئی نقصان آیا ہے تو وہ ضرور کمال پر لے جائے گا۔

قربانیوں کے ذریعہ بندہ اللہ سے قریب ہوتا ہے:

اللہ بندہ سے قریب ہوتا۔ اہے، اور بندہ اللہ سے قریب ہوتا چلا جاتا ہے، اپنی قربانیوں کے ذریعہ سے، اس لئے قربانیوں کا ابتدائی دور کڑوا ہوتا ہے، پھر بعد کا دور برکات کا ہوتا ہے، رحمتوں کا ہوتا ہے.....

مردوں کا ہوتا ہے۔ یہ سیرت میں آپ کو ملے گا، حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں ہم سنتے ہیں کہ وہ بھوک سے گر جاتے تھے، بے ہوش ہو جاتے تھے، پورے کپڑے نہیں ہیں، ایک ہی چادر ہے وہ لیٹے ہوئے ہیں، اور گردن پر میل کے بڑے بڑے نشان پڑتے تھے، پھر حالات بدل گئے۔ پھر نعمتیں آنی شروع ہوئیں، تو ابو ہریرہ کا لباس بدل گیا، کہ وہ خود کہتے تھے کہ واہ! ابو ہریرہ اچھے لباس میں ہے، ورنہ میرا لباس تو یہ تھا پھر حضرت ابو ہریرہؓ کے حالات بدلے! کہ باہر سے جو مہمان آتے تھے مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابو ہریرہ فرماتے تھے کہ رات کا کھانا میرے گھر ہوگا، جو دین سیکھنے کے لئے آتے تھے ان کو اپنے گھر کھانا کھلانے کیلئے لے جا رہے ہیں، تو کھانا بھی کھلاتے تھے، اور وہ دین سیکھاتے تھے، ان کی تعلیم و تربیت بھی کرتے تھے۔ وَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے:

اس لئے میرے دوستو! یہ بات یاد رکھنے کی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَاأَيُّهَا النَّاس إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلا تَغُرَّنَّكُمُ الحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الغَرُورِ [سورة فاطر ، آيت : ۵] ۔ اے لوگو یاد رکھو اللہ کا وعدہ سچ ہے، جن باتوں پر اللہ نے وعدے کئے ہیں وہ ہو کر رہیں گے، اسلئے دنیا کے حالات سے کوئی دھوکہ نہ کھاوے، دنیا میں حالات آتے ہیں، سردی ہوتی ہے۔ گرمی ہوتی ہے۔ صبح ہوتی ہے۔ شام ہوتی ہے۔ جوانی ہوتی ہے۔ بڑھاپا ہوتا ہے۔ حالات تو دنیا میں ہیں ہی.. حالات سے زندگی خالی نہیں ہوتی، دنیا حالات کا گھر ہے اللہ حالات پیدا کرتے ہیں۔

دین کی کمزوری کے نقصانات:

دین کی محنت نہیں ہوگی تو دین کمزور ہو جائے گا، دین کمزور ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تعداد گھٹ جائے گی؟ کہ نہیں! تعداد تو بہت ہوگی، تعداد روز بڑھتی جائیں گی۔ ہر چیز بڑھے گی۔ دین کمزور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ آخرت کو بھول جائیں گے، ایمان کمزور ہو گیا، دین کمزور ہو گیا، کیا بات ہوئی کہ آخرت کو بھول گئے؟ گویا مرنا ہی نہیں ہے۔، یہ کمزوری کی نشانی ہے، کہ جب آخرت کو بھول جائیں گے تو آخرت کیلئے کام نہیں کریں گے، یہاں سے پھر مصیبتیں شروع ہو جائیں گی، کیوں کہ نافرمانیاں ہوں گی۔

آخرت بھولنے کے بعد جب نافرمانیاں ہوں گی تو پھر مصیبتیں آئیں گی، کیوں کہ ایمان گناہوں کے

ساتھ مل جاتا ہے، ایمان بھی ہے گناہ بھی ہے جب ایمان گناہوں کے ساتھ ملے گا تو یہ مصیبتوں کو کھینچے گا، جیسے تیل کڑھائی میں کھول رہا ہے اور اندر ٹھنڈا پانی پڑے تو کیا ہوگا کہ بری حالت ہوگی، پانی میں ٹھنڈک ہے، اس میں گرمی ہے، ایمان کی حالت الگ ہے۔ گناہ کی حالت الگ ہے، جس طرح کڑھائی میں پانی پڑا تو وہاں آدمی ٹھہر نہیں سکتا، ایسے کڑاکے کی آواز آتی ہے، ایسے ہی ایمان کی تاثیر الگ گناہ کی تاثیر الگ پانی اچھی چیز ہے لیکن گرم تیل کے لئے نہیں، پانی زمین میں ڈالو تو زمین زندہ ہو جائے گی، ایمان کو اطاعت کے ساتھ ملاؤ تو رحمتیں آجائیں گی، اور ایمان گناہوں میں ملا تو وہ مصیبتوں کے آنے کا ذریعہ بنے گا۔

مصیبتیں دلوں کو بے چین کر دیتی ہیں:

مصیبتیں گناہوں کی وجہ سے آئیں گی، اس کی علامت ہے کی وہ دلوں کو بے چین کریں گی، اور جو تکلیف حکم کی وجہ سے آئیگی وہ بے چین نہیں کرے گی، انسان تکلیف میں تو ہوگا لیکن بے چین نہیں ہوگا، اس کی مثال ایسے سمجھو کہ ایک آدمی روزے میں بھوکا ہوتا ہے۔ روزے میں پیاسا ہوتا ہے تو وہ اپنی بھوک پیاس سے پریشان نہیں ہے، کیوں کہ اس نے روزے کی نیت کر رکھی ہے، شام تک کا معاملہ ہے تو وہ روزہ دار اپنی بھوک پیاس سے پریشان نہیں ہوتا ہے، حالانکہ ہے وہ بھوکا اور ایک شخص بغیر روزے کے بھوکا ہو وہ پریشان ہوتا ہے بھوک دونوں کو ہے، لیکن ایک کو حکم کی وجہ سے ہے، اور ایک کو اپنی طبیعت کی وجہ سے ہے، تو اسکی بھوک اس کو پریشان کر دے گی، کھانے میں تھوڑی دیر ہوگئی ہے تو یہ بیوی سے لڑے گا، اس کی بھوک اس کو بد اخلاق بنائے گی، ایمان والے کو روزے کی وجہ سے کوئی تکلیف ہوگئی، تو اس کو بے چینی نہیں ہوتی؟ ہے، یہ فرق ہے دونوں کے درمیان جب تعلق اللہ سے ہے اور اللہ سے تعلق کی وجہ سے مصیبت زندگی حکم والی ہونی چاہئے، جو لوگ اللہ کے راستے میں پیدل چلتے ہیں اور پیدل چلنے میں تکلیفیں ہوتی ہیں سردی گرمی، مگر ان کے دلوں پر ایک خاص قسم چین ڈالا جاتا ہے، یہ حدیثوں میں ہے کہ اللہ کے دین کی محنت کرو، اللہ کے دین کی محنت؟ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اور اس کی وجہ سے تمہارے دکھ اور پریشانیاں اللہ تعالی اٹھالیں گے۔

پہلے پانی کے راستوں سے ممبئ سے جماعتیں جاتی تھیں، ہوائی جہازوں کا سلسلہ نہیں تھا، لوگوں کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں تھے تو پانی کے راستوں سے جاتے تھے، مولانا محمد یوسف کے زمانے میں خاص طور سے ہمارا سفر پانی کے راستوں سے ہوا، چھاپی کے اجتماع کے بعد آٹھ دس دن پانی میں ممبئ سے بصرہ لائن

جاتی تھی، اور بھی لوگ جاتے تھے، کاروباری لوگ اسی راستہ سے ہزار دو ہزار پنجر، اس میں مسلمان ہوتے، اور غیر مسلم بھی ہوتے، اس میں جماعتیں بھی چلائی جاتی تھیں۔ جماعتیں اس میں اندر اپنا کام کرتی تھیں۔ تعلیم ہو رہی ہے۔۔گشت ہو رہا ہے۔ بیان ہو رہا ہے آذان بھی ہو رہی ہے نمازیں بھی ہو رہی ہیں، بعض مرتبہ غیر مسلم ہوتے تھے، تو وہ ہمارے پاس آ کر بیٹھ جاتے تھے ایک جہاز میں ایران کے راستہ سے ایک بار دو آدمی ایک بوڑھے تھے ایک جوان تھے آ رہے تھے، وہ جوان آ کر ہمارے پاس بیٹھے تو وہ بڑا بوڑھا ان سے کہے تو ان کے پاس کیوں بیٹھتا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میں ان کے پاس بیٹھتا ہوں تو مجھ کو سکون ملتا ہے، تو سکون کی پڑیا ہمارے پاس تو تھی نہیں کہ اس کو سکون کی پڑیا دیویں، کوئی سکون کی ٹیبلیٹ دیویں اصل میں دین حق ہے اس میں جو بات کہی گئی ہے وہ سچ ہے، کہ ایمان کی مجلسوں میں ذکر کی مجلسوں میں سکینہ نازل ہوتا ہے، سکون نازل ہوتا ہے، تو ان کو زیادہ محسوس ہوتا ہے، کیوں کہ وہ دور سے آئے ہیں، تو وہ کہتا تھا کہ میں جب ان کے پاس بیٹھتا ہوں تو مجھے سکون ملتا ہے، حالانکہ ہم اسکو بلاتے نہیں تھے، وہ خود آ کے بیٹھ جاتا ہے تھا، کیوں کہ بات ہماری حق ہے، نور تو نور ہی ہوتا ہے، خوشبو تو خوشبو ہی ہوتی ہے، کوئی بھی سونگھ لے۔

دین کی محنت سے پریشانیاں ختم ہوتی ہیں:

تو اس لئے کہا کہ دین کی محنت کرو! کہ تمہارا غم پریشانیاں اٹھالی جائیں گی، اور تمہیں سکون دیا جائے گا تو تکلیف بھی ہو رہی ہے اور سکون بھی ہے کہ یہ کیا بات ہے؟ کہ تکلیف اللہ کے راستوں کی ہے۔ دین کے راستہ کی ہے۔۔روزے کی وجہ سے بھوک آتی ہے، روزے کی وجہ سے پیاس آئی ہے، تو وہ بے چین نہیں کرتی کیوں کہ ایک حکم کے ساتھ ہے، تو گناہوں کی تکلیف الگ ہے، نافرمانیوں کی تکلیف الگ ہے، اور ایمان اور دین کی تکلیف الگ ہے، دونوں تکلیفوں کا ایک معیار نہیں ہے جب ایمان کے ساتھ رہیں گے تو ایمان کے راستہ میں کوئی تکلیف آ گئی تو وہ اندر کے سکون اور چین کے ساتھ آئے گی، کیوں کہ ہر ذکر چین دیتا ہے، اور اللہ کی اطاعت کا ہر کام چین کہلاتا ہے۔۔۔ کل مطیع ذاکر ہر آدمی جو اللہ کی اطاعت میں ہے وہ اللہ کے ذکر میں ہے، امام نووی نے لکھا ہے، تو اس ذکر کی وجہ سے اس حکم کی وجہ سے۔۔سکون دیا جائے گا،

دین کی محنت کی برکتیں:

تو دنیا میں یہ نقد برکتیں ہیں، اس لئے میرے دوستو! اللہ کا کام ہے۔ یہ اللہ کا دین ہے۔ دنیا و آخرت

کی خیر لے کر اللہ نے جناب رسول ﷺ کو بھیج دیا ہے، آپ نے فرمایا: دنیا وآخرت کی خیر لے کر مجھے بھیجا گیا ہے، اسلئے دنیا وآخرت کی خیر اللہ کے راستہ میں اور اللہ کے دین میں ہے۔ اس محنت کے ذریعہ یہی چاہا جاتا ہے کہ ہماری سو فیصد زندگی اللہ کے حکموں والی بنے، ہمارا تاجر حکموں والا ہمارا زمیندار حکموں والا ہمارا مزدور حکموں والا ہمارا مالدار حکموں والا ہمارا غریب حکموں والا اس لئے سب کو دعوت دی جارہی ہے، سب کو یہ بات سکھائی جارہی ہے، تاکہ جو جس حال میں ہے وہ اس حال کے حکم کے اعتبار سے زندگی گزارے، اللہ اس کو اسی حال میں کامیاب کرے گا، غریب کو مالدار بنا کر نہیں! بلکہ غریب کو غریبی میں ہی کامیاب کریگا ۔ بیمار اگر حکموں والا ہے تو وہ بیماری میں کامیاب ہے، عمران ابن حصین بیمار رہتے تھے، تو اکثر وہ کوئی نہ کوئی بیماری کے مسائل پوچھتے رہتے تھے، نماز کیسے پڑھوں؟ بیماری کے مسائل پوچھتے تھے، روایتوں میں ہے کہ فرشتے ان کی بیمار پرسی کیلئے آتے تھے، کہ عمران بن حصین بیمار ہیں۔ ان کی بیماری نے ان کو کتنا اونچا کر دیا کہ ملائکہ آتے تھے، یہ بیماری میں کامیاب ہیں۔

دیندار ہر حال میں کامیاب ہے:

تو کوئی حال ہمیں ناکام نہیں بناوے گا، میرے دوستو! بشرطیکہ ہماری زندگی میں! میں دین ہو اس لئے یہ محنت کرائی جارہی ہے کہ اپنی زندگی کو دین پر لاؤ تھوڑی تکلیف ہوگی ناگواریاں ہوں گی۔ صبر کریں گے مدد آئے گی شکر کریں گے نعمت بڑھے گی۔ یہ کام بھلائی چاہنے کا کام ہے۔ دین کے ذریعہ سے ہم اپنا بھی بھلا چاہیں گے اور دوسروں کا بھی بھلا چاہیں گے، کہ ہمارے دین کے ذریعہ دوسروں کا بھی بھلا ہو جاوے دوسروں کو بھی خیر مل جاوے، یہ بندے مبارک ہیں جو دوسروں کے خیر کا ذریعہ بنتے ہیں " طُوبَىٰ لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللَّهُ مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ وَمِغْلَاقًا للشر« [رواه ابن ماجه، باب من كان مفتاحا للخير / حديث نمبر : ۲۳۸] خوش: نصیب ہیں وہ بندے کہ جو اپنے آپ کو اپنے خیر کا ذریعہ بناویں ہمارے ہاتھوں سے خیر پھیلے ہمارے ہاتھوں سے شر اور بدی مٹے انکو مبارک باد دی ہے کہ خوش نصیب ہے وہ بندہ کہ جس کو اللہ خیر کے پھیلنے کا ذریعہ بناوے شر، اور برائی، اور بدی کے مٹنے کا ذریعہ بناوے اس محنت کا یہی اثر ہے۔ اور دین کی جتنی محنتیں ہیں سب کا یہ اثر ہے کہ خیر آوے گی، شر مٹے گا، ایمان آوے گا، گناہ نکل جائیں گے، یہ ایک بنیادی محنت ہے، میرے دوستوں یہ محنت وجود میں آتی ہے تو دین کے سارے کام زندہ ہونے کی امیدیں ہوتی ہیں، یہ پانی کی طرح سے ہے، اگر پانی زمین کو مل گیا تو ہر چیز اگے گی۔

یہ محنت بارش کی طرح ہے:

یہ بنیادی محنت ہے، کہ تمام دینی شعبوں کو پانی ملتا ہے، اس لئے اس محنت کو عمومیت کے ساتھ کرایا جاتا ہے، ہر گھر میں ہر محلے میں ہر مسجد میں ہر شہر میں ہر ملک میں محنت ہے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دنیا میں آنا وہ بارش کے پانی کی طرح سے ہے، حدیثوں میں آتا ہے کہ اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا، اور جو نور ہدایت اللہ نے مجھے دیا ہے وہ بارش کے پانی کے طرح سے ہے۔ بارش کے پانی کے بغیر حیات نہیں ہے۔ اگر بارش کا پانی رک جائے گا تو لوگ مرجائیں گے، جانور بھی مرجائیں گے اور پانی برس گیا آباد ہو جائیں گے، ایسی دو باتیں اللہ کے رسول لا لے کر آئے ہیں، اس سے دنیا والے کامیاب ہو جائیں گے، اگر یہ نہیں ہے لوگ نامراد ہو جائیں گے۔ اس لئے اس یقین کے ساتھ میرے بھائیو! اس کام کو کرنا ہے کہ اللہ نے ہماری اور آپ کی کامیابیاں اپنے دین میں رکھ دی ہے۔ ہم دین کی محنت کریں گے اور خیر کا ذریعہ بنیں گے، تو دنیا میں اللہ برکتیں بھی دے گا اور آخرت کو اللہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بنائیں گے اور آخرت کے لئے کرنا ہے، اس کے لئے ارادے کرو! اور اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کرو!۔

***

خاندان!....تہذیب کی اولین آماجگاہ

ڈاکٹر ساجد خاکوانی

خاندان انسان کی پرورش کی سب سے پہلی سیڑھی ہوتا ہے۔ یہ خدائی قانون ہے کہ انسان ایک خاندان میں آنکھ کھولتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں سورۂ نساء کے اندر فرمایا:

”یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا“ (النساء: ۱)

ترجمہ: ”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو، بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں۔“

یہ گویا انسانی خاندانوں کی ابتدا کا پس منظر بیان کیا گیا کہ کس طرح ایک آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ تخلیق سے پوری دنیا کو انسانوں سے بھر دیا ہے۔ یہ سلسلہ جس طرح ماضی میں ہر دور، ہر وقت اور ہر قسم کے حالات میں جاری رہا، اسی طرح آج بھی ہے اور اسی طرح آخری انسان کی پیدائش تک جاری رہے گا کہ یہی قدرتِ خداوندی ہے اور یہی منشائے ربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ خاندان کی ابتدا ماں باپ سے کرتا ہے، دو جانیں باہم مل کر ایک گھر کی بنیاد رکھتے ہیں، پھر ان کے ہاں اولاد جیسی نعمت پیدا ہوتی ہے، جہاں

سے بہن اور بھائی کے رشتے جنم لیتے ہیں، یہ بہن بھائی بڑے ہوکر جب شادیاں کر لیتے ہیں تو بہنوئی، داماد اور بہو جیسے سسرالی رشتے داریاں جنم لے لیتی ہیں اور خاندان اپنی وسعتوں کو چھونے لگتا ہے، یہاں تک کہ پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں خوشبو کی حقیقت کے وہ استعارے ہیں جن سے انسان کا باغیچہ مہک اُٹھتا ہے اور وہ اپنی لہلہاتی فصل کو دیکھ کر پھولا نہیں سماتا ہے۔ دادا، دادی اور نانا نانی پیار اور محبت کے وہ پیمانے ہیں جن میں اُلفت ومحبت کے جام چھلکنے لگتے ہیں اور دنیا کی کسی لغت کا دامن اس چھلکتے ہوئے جام کی آسودگی وتراوٹ کو اپنے اندر سمونے سے قاصر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں میں بھی خاندانوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ:

"یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ" (الحجرات:١٣)

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف خاندان بنایا ہے، تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔"

خاندان بعض اوقات تکبر اور فخر وغرور کی علامت ہوتا اور بعض اوقات اس کے برعکس بھی ہوتا ہے، قرآن مجید نے اس کا تدارک کیا ہے، یعنی برہمن خاندان اس لیے عزت والا نہیں ہے کہ وہ برہمن ہے اور شودر اس لیے نیچ نہیں ہوسکتا کہ اس نے کسی شودر کے گھر میں جنم لیا ہے، یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہیں کہ کس نے کس کے ہاں پیدا ہونا ہے، کوئی بچہ اپنی مرضی سے کسی کے ہاں وارد ہوسکتا ہے اور نہ کوئی والدین اپنی مرضی سے بچوں کا انتخاب کر سکتے ہیں، پس جس خدا نے اپنی مرضی سے خاندانوں کی تقسیم کی ہے، اس کا حکم ہے کہ خاندان کسی عزوشرف کی بنیاد نہیں ہو سکتے، بلکہ یہ صرف پہچان کے لیے ہی ہیں کہ جب ایک ہی نام کے متعدد افراد ہوں گے تو وہ اپنے خاندان، قبیلے یا نسل کی بنیاد پر پہچانے جائیں گے۔ خاندانی تفاخر دورِ جہالت کی یاد تازہ کرتا ہے، جب کہ عزت کا معیار صرف تقویٰ ہے کہ کوئی اپنے رب سے کس قدر قریب تر ہے۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ میں تقویٰ موجود ہے تو وہ خاندانی کہتری کے باوجود عزت ووقار میں ابوجہل سے کہیں بڑھ کر ہیں، جس میں شاید دنیا بھر کی خاندانی وجاہت سمٹ کر جمع ہو چکی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے اور

میں بھی اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہوں۔''

گویا انسان کا بہتر یا بدتر ہونا دراصل اس کے گھر والوں کے ساتھ رویے پر منحصر ہے۔ دوستوں کے ساتھ، افسر کے ساتھ اور دکان والوں کے ساتھ تو سبھی بہتر ہوتے ہیں، لیکن اپنے خاندان، اپنے بچے، اپنی بیوی، اپنے والدین اور اپنے سسرال کے ساتھ کون اچھا ہے؟ یہ اصل سوال ہے۔ ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو عمر میں ابھی کم سن تھیں، انہوں نے تماشا دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا، آپ ﷺ نے انہیں جھڑکنے یا منع کرنے کی بجائے اور باپ یا بھائی سے یہ تقاضا کرنے کی بجائے آپ ﷺ نے خود اُن کی یہ خواہش پوری کی اور حکمِ حجاب کے باعث دروازے میں آگے کھڑے ہو گئے اور حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے کندھے سے تماشا دیکھتی رہیں، کافی دیر گزر چکنے کے بعد آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا تماشا دیکھ لیا؟ بی بی صاحبہ نے جواب دیا کہ نہیں ابھی اور بھی دیکھنا ہے۔ ظاہر ہے اس عمر میں دل کہاں بھرتا ہے؟! یہ سب سے بڑے انسان ﷺ اس وقت تک کھڑے رہے، جب تک کہ بی بی صاحبہ کا دل نہ بھر گیا۔ بی بی فاطمہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی محبت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، جب بھی وہ تشریف لاتیں تو آپ ﷺ ان کے حُب واحترام میں اُٹھ کھڑے ہوتے اور ان کے ماتھے پر بوسہ بھی دیتے، حسنین کریمین شفیقین محترمین (رضی اللہ عنہما) تو آپ ﷺ کو جان سے عزیز تر تھے، آپ ﷺ اُن کو اپنے کندھوں کی سواری کراتے تھے اور انہیں جنت کے نوجوانوں کے سردار بھی قرار دیا۔ غزوۂ حنین کے موقع پر کم وبیش چھ ہزار افراد غلام بنائے گئے تھے، اس موقع پر آپ ﷺ کی رضاعی بہن کو لایا گیا، انہوں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ بچپن میں آپ ﷺ نے ان کی کمر پر دندی کاٹی تھی، جس کا نشان آج بھی وہاں پر موجود ہے، اس بہن نے ان قیدیوں میں سے چند کی سفارش کی، جنہیں محسنِ نسواں ﷺ نے آزاد کر دیا، جب یہ بہن باہر تشریف لائیں تو چھ کے چھ ہزار قیدیوں کے رشتہ دار منت سماجت کرنے لگے کہ خدارا ہمارے قیدیوں کو بھی چھڑالاؤ، یہ بہن اپنے عظیم بھائی ﷺ کے پاس پھر حاضر ہو گئیں اور کل قیدیوں کی رہائی کی بابت سفارش کر ڈالی، تب اس بھائی کی شان ملاحظہ ہو کہ کمالِ شفقت ومہربانی سے کل قیدیوں کو رہائی عطا کر دی۔ کیسا شاندار بھائی اور کتنی ہی محبت والی بہن، یہ آسمان شاید پھر کبھی نہ دیکھ سکے۔ یہ رضاعی خاندانی محبت کی ایک مثال ہے۔

خاندان کی پرورش اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عمدہ عمل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کی پرورش پر جنت کی خوشخبری دی ہے، صالح اولاد کو صدقہ جاریہ قرار دیا، حافظِ قرآن وحافظۂ قرآن کو والدین

کی شفاعت کا مژدہ سنایا، شہید کی ماں کے دامن کو خدا کی رحمت سے بھر دیا اور سخت تاکید کی کہ اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنائیں اور انہیں سات سال کی عمر سے نماز کی تلقین شروع کر دیں اور دس سال کی عمر میں اُن پر سختی کرنے لگیں، تاکہ نماز کے معاملے میں وہ سستی سے باز آجائیں۔ ہم میں سے ہر کوئی گلہ بان ہے اور اس کے گلے کے بارے میں ہم سے سوال ہوگا۔ ہمارا گلہ ہمارا خاندان ہے، ہم اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ ہمارے خاندان میں غیر شرعی رسوم و رواج جگہ تو نہیں پا رہے؟ ہمارے خاندان میں دولت کے بل بوتے پر ایسی روایات تو جنم نہیں لے رہیں جنہیں مقابلۃً غریب رشتہ دار گھرانوں کو پورا کرنا مشکل ہو جائے؟ ہمارے خاندان کا رویہ قطع رحمی کا باعث تو نہیں بن رہا؟ اور کیا ہم اپنے خاندان کو دنیا کے رنگ میں رنگ رہے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے رنگ میں اور آخرت کا طلب گار بنا کر قربِ خداوندی کا باعث بن رہے ہیں؟

یورپ اپنی سیکولر سوچ کے باعث آج اپنے خاندانی نظام کو تباہ کر بیٹھا ہے اور اس کی بہت سی وجوہات میں سے ایک بہت بڑی وجہ آزادیِ نسواں کے نام پر آزادیِ زنا ہے، اب عمائدینِ یورپ اپنی پشتوں اور نسلوں کی بقا کے لیے مجبور ہیں کہ خاندان کی اہمیت اُجاگر کرنے کے لیے سال بھر میں ایک دن اس مقصد کے لیے منائیں، تاکہ سیلاب، زلزلوں اور طوفانوں میں وہاں کے لوگ اپنے والدین اور بزرگوں کو حالات اور ریاستی اداروں کے سپرد کر کے اپنے کتوں اور بلیوں کے ساتھ بھاگنے کے رویے سے باز آجائیں۔ سیکولرازم کے اس رویے نے انسان کو جانور سے بھی بدتر بنا دیا ہے، کیونکہ حلالی اور غیر حلالی کے مٹتے ہوئے فرق کی بنا پر انسانی خاندانی اعلیٰ روایات کی جگہ پیٹ کی خواہش اور پیٹ سے نیچے کی خواہش نے لے لی ہے۔ اس کے مقابلے میں مشرق و ایشیا میں انبیاء علیہم السلام کا آغاز کردہ ''نکاح'' کا ادارہ اپنے جملہ حدود و قیود کے ساتھ موجود ہے، دینی و مذہبی شعور کے باعث یہاں کے گھروں میں دن کا آغاز کسی بڑے کی آواز سے بیداری کے بعد شروع ہوتا ہے اور دن کا انجام گھر کی بڑی بزرگ خاتون کی کہانی یا لوری سے اختتام پذیر ہوتا ہے۔ انسانیت بالآخر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تعلیمات کی طرف ضرور پلٹے گی اور ہر چڑھتا ہوا سورج خاندان کی عظمت و برتری کا سورج ہوگا اور خاندان کی اہمیت اُجاگر کرنے کے لیے کسی ایک دن کے منانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

❊❊❊

اسمارٹ فون اور سوشل میڈیا کے نقصانات

تحریر وتخریج: ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

یونیورسٹی آف ٹورنٹو، کینیڈا کے الیکٹریکل انجینئرنگ کے پروفیسر جارج سینکلئیر George Sinclair اپنے 1980 کے مقالے میں لکھتے ہیں کہ شاید "ٹیکنالوجی" کی اتنی ہی تعریفیں ہوں کہ جتنے اس کے استعمال کرنے والے ہیں یعنی ٹیکنالوجی کی تعریف کا انحصار ٹیکنالوجی کے استعمال کرنے والے پر ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ "ٹیکنالوجی" کی تعریف کرنے کے لیے پروفیسر کارل مچّھیم Carl Mitcham کو پینسٹھ صفحات درکار ہوئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مورخین اور فلسفی جس طریقے سے ٹیکنالوجی کی تعریف پیش کرتے ہیں وہ اس ٹیکنالوجی کو ایجاد کرنے والے انجینئروں، سائنسدانوں اور محققین کے یہاں سے قدرے مختلف ہوتی ہے۔ ٹیکنالوجی کی فلسفیانہ، تاریخی اور عملی تعریف کے بحث میں پڑے بغیر ہم اپنے قارئین کے لیے ٹیکنالوجی کی آسان تعریف پیش کرتے ہیں۔ برٹانیکا انسائیکلو پیڈیا کے مطابق "سائنسی علم کا انسانی زندگی کے عملی مقاصد کے لیے استعمال کو ٹیکنالوجی کہا جاتا ہے"۔ کیمبرج ڈکشنری کے مطابق "سائنسی علم کا کاروبار صنعت یا مینوفیکچرنگ میں استعمال کو ٹیکنالوجی سے تعبیر کیا جاتا ہے" یا مزید آسان الفاظ میں "سائنسی دریافتوں کا عملی، خاص طور پر صنعتی استعمال، کو ٹیکنالوجی کہا جاتا ہے"۔

ٹیکنالوجی کے استعمال سے جہاں انسانیت نے بے تحاشہ فوائد اٹھائے ہیں مثلاً آمدورفت میں آسانی

سے لے کر علاج معالجہ وغیرہ، وہیں ٹیکنالوجی کے استعمال میں جب اِفْراط وتَفْرِیط کا رویہ برتا گیا تو اسی ٹیکنالوجی نے نسلیں تباہ کر دیں۔ایک اہم بات کہ عمومی طور پر سائنسدان اور محققین اپنی سائنسی تحقیقات، ایجادات اور ٹیکنالوجیز انسانیت کے فائدے کے لیے پیش کررہے ہوتے ہیں مگر اُن کی ایجادات اور سائنسی تحقیقات وٹیکنالوجی کو بڑے بڑے سرمایہ دار اُچک لیتے ہیں اور اس ٹیکنالوجی سے پیسے بنانے لگ جاتے ہیں۔ہمیں یہ کہتے ہوئے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہورہی کہ اس وقت عالمی سطح پر کون سے سائنسی تحقیقات ہونی چاہیے یا کون سی ٹیکنالوجی کے متعلق قوانین اور اس کو فروغ دینا چاہیے یا حکومتوں یا فنڈنگ ایجنسیز کو کس سائنسی شعبے میں زیادہ سرمایہ لگانا ہے، اس میں بھی دراصل عالمی معاشی سرمایہ دارانہ نظام کو چلانے والوں کا کافی کردار ہوتا ہے۔گو کہ سائنسدانوں اور محققین کی ایک بڑی تعداد اپنی تحقیقات میں اخلاص سے لگی رہتی ہے مگر انہی تحقیقات کو زیادہ تر فروغ ملتا ہے جو کہ عالمی سرمایہ درانہ نظام کو تقویت دیتی ہیں، جن سے عالمی سرمایہ دارانہ نظام کو چلانے والوں کے مفاد وابسطہ ہوتے ہیں، جو ان کے نظریات کی تائید میں ہوتی ہیں اور ان کے ایجنڈے کو فروغ دیتی ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام کو چلانے والے ہی دراصل پوری دنیا کی ٹیکنالوجی کو آگے فروغ دیتے ہیں اور پورے عالمی معاشی نظام کو اپنے قبضے میں لے کر" قدر" اور" اقدار" کی نئی تعریف بھی خود ہی کرتے ہیں۔یعنی یہ جب چاہتے ہیں فرضی، تخیلاتی چیزوں کو قابلِ قدر بنا کر خرید وفروخت شروع کروادیتے ہیں، اور یہ جب چاہتے ہیں" اقدار" کی تعریف بھی متعین کر دیتے ہیں کہ معاشرے میں موجود سب سے بری چیز بھی لوگوں کو معزز لگنا شروع ہوجاتی ہے۔ چونکہ سرمایہ دارانہ نظام میں سرکاری قانون، اخلاقیات اور مذہبی پابندیوں کو مدنظر نہیں رکھا جاتا اور اصل مقصد پیسہ کمانا ہی ہوتا ہے، لہذا اس کا عملی نتیجہ جو سامنے آتا ہے اس سے معاشرے میں صرف اور صرف معاشی ابتری اور اخلاقی گراوٹ ہی ہوتی ہے۔

قارئین اب ہم انہیں ٹیکنالوجیز میں سے ایک ٹیکنالوجی کی شکل یعنی ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کا ذکر کرتے ہیں۔ ڈیجیٹل ٹیکنالوجی میں سوشل میڈیا، کمپیوٹر، اسمارٹ فون، اسمارٹ ٹی وی، آئن لائن گیمز وغیرہ آتے ہیں۔آن لائن اعداد وشمار جمع کرنے والی ویب سائٹ اسٹیٹا سٹا Statista.com کے مطابق پوری دنیا میں صرف سوشل میڈیا کے استعمال کرنے والوں کی تعداد سوا پانچ ارب سے تجاوز کر چکی ہے۔ان میں فیس بک (میٹا)، یوٹیوب، انسٹا گرام، واٹس اپ، ٹک ٹاک، وی چیٹ، ٹیلی گرام، اسنیپ چیٹ، ٹیوٹر (ایکس)

وغیرہ سب سے زیادہ استعمال ہونے والے پلیٹ فارمز اور ایپلیکیشنز ہیں۔ سوشل میڈیا تک رسائی حاصل کرنے کے لیے عمومی طور پر کمپیوٹر اور موبائل فون کو استعمال کیا جاتا ہے۔

جہاں تک موبائل فون کا تعلق ہے تو موبائل فون کی ایجاد نے جہاں آپس کے رابطے میں سہولت پیدا کی تھی وہیں ایمرجنسی کی صورت میں فوری رابطہ کرنے کے ذرائع بھی عوام کو میسر آئے۔ مگر جوں جوں کمپیوٹر سائنس اور ٹیلی کمیونیکشن انجینئرنگ میں ترقی ہوئی، اس موبائل فون نے بھی ترقی کے مراحل طے کیے اور اب ہمارے سامنے موبائل فون کی جدید شکل اسمارٹ فون کی صورت میں موجود ہے۔ لہذا عمومی طور پر جب ہم موبائل فون کہتے ہیں تو اس سے یہی اسمارٹ فون مراد ہوتا ہے، لہذا ہم اپنے اس مضمون میں موبائل فون اور اسمارٹ فون کو مترادف الفاظ کے طور پر استعمال کریں گے۔ اس اسمارٹ فون کو اب بلا مبالغہ دسیوں قسم کے کاموں میں استعمال کیا جا رہا ہے جن میں ای میل، فیکس، اسکیننگ سے لے کر گیمنگ، ٹریڈنگ، کیلکولیٹر، کیمرہ، اور ویڈیوز دیکھنے تک شامل ہیں۔ اب سے بیس پچیس سال پہلے گھروں میں جو ٹی وی ہوا کرتا تھا اس میں وہی ٹی وی چینلز اور پروگرام دیکھے جاسکتے تھے جو کہ حکومتی اجازت سے ٹی وی چینلز نشر کرتے تھے۔ اگر کسی کو اپنی پسند کی فلم یا کوئی پروگرام دیکھنا ہوتا تو اس کے لیے وہ علیحدہ سے وی سی آر لے کر آتا اور پھر اس کے ذریعے سے اپنے من پسند پروگرامز کو دیکھتا۔ اسمارٹ فون نے انسانوں کو ان مختلف الیکٹرانک آلات کی قید سے بھی نجات دے دی اور اب اسی اسمارٹ فون پر وہ جب چاہے، جہاں چاہے، اور جس طرح کے پروگرامز چاہے دیکھ سکتا ہے۔ نیز بڑی ٹیکنالوجی کمپنیوں نے جس طرح سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو فروغ دیا ہے اس کے نتیجے میں بچے اور نوجوان بے حیائی، عریانی، فحاشی، گیمنگ، چیٹنگ، جوا، سٹہ اور سود جیسی مخرب اخلاق اسکیموں کے عادی ہو چکے ہیں اور اخلاقی گراوٹ کی پستیوں میں گرِ چکے ہیں الا ما شاء اللہ۔

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ موبائل فون اور سوشل میڈیا کے استعمال سے دماغی صحت پر انتہائی بُرا اثر پڑتا ہے اور سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق بالخصوص بچوں اور نوجوانوں کے لیے تو اسمارٹ فون اور سوشل میڈیا بہت نقصان دہ ہے۔ اسمارٹ فون اور سوشل میڈیا کے تباہ کن اثرات اب کسی سے مخفی نہیں۔ انہی تباہ کن اثرات کی وجہ سے ترقی یافتہ ممالک میں ایسے قوانین بننا شروع ہو چکے ہیں جن میں واضح طور پر موبائل فون اور سوشل میڈیا کے استعمال پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ میں ایک چھوٹے سے یورپی ملک

آئرلینڈ کے مثال پیش کرنا چاہوں گا کہ جہاں پر پرائمری اسکولوں میں بچوں کے سوشل میڈیا کے استعمال اور موبائل فون لانے پر پابندی ہے اور اگر کوئی طالبِ علم موبائل فون اسکول لے کر آئے گا تو اسکول ٹیچر اس کا موبائل فون کو ضبط کر لیتے ہیں۔

آئرلینڈ کی وزارتِ تعلیم کی وزیر نورما فولے Norma Foley سیکنڈری اسکولوں میں بھی اسمارٹ فون لانے پر پابندی لگانے کی منصوبہ بندی کر رہی ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ:

"وزارتِ تعلیم کی وزیر موبائل فون کو تمام سیکنڈری اسکولوں میں لانے پر پابندی لگانے کی منصوبہ بندی کر رہی ہیں اس تحقیق کے نتیجے میں جو کہ طالبعلموں کے آلات (موبائل فون) کے استعمال کرنے کو ان میں انتشار پیدا ہونے (یعنی ان کی توجہ تعلیمی کاموں سے ہٹنے) اور سائبر ہراسانی کا شکار ہونے سے جوڑتی ہے۔ جبکہ زیادہ تر سیکنڈری اسکول موبائل فون پر پابندی لگاتے ہیں یا طلباء کو موبائل فون لاکرز میں رکھنے پر مجبور کرتے ہیں، نورما فولے اس بات پر قائل ہیں کہ موبائل فون پر وسیع ترین پابندی ہی آگے بڑھنے کا بہترین طریقہ ہے"۔

قارئین دیکھیے کہ جس تحقیق کا آئرلینڈ کی وزارتِ تعلیم کی وزیر حوالہ دے رہی ہیں اس میں دو بنیادی وجوہات ذکر کی گئی ہیں، اول طلباء کا پڑھائی سے رجحان ہٹنا اور دوسرا سائبر ہراسانی۔ اقوامِ متحدہ کا فنڈ برائے اطفال یونیسیف کے مطابق سائبر بلینگ Cyberbullying یعنی سائبر ہراسانی کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز مثلاً انٹرنیٹ، سوشل میڈیا یا موبائل فون کا استعمال کرتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو ڈرائے، اُس کے متعلق جھوٹ بولے، اُسے دھمکائے، گالی گلوچ کرے، ہراساں کرے، اسے جان بوجھ کر تکلیف پہنچائے، جعلی اکاؤنٹ بنا کر غیر مناسب میسیجز دوسرے کو بھیجے، اور دوسرے شخص کے کردار کو مسخ کرنے کی کوشش کرے۔ یہ دونوں ہی وجوہات ایسی ہیں جن سے بچوں اور طلباء کا مستقبل داؤ پر لگتا ہے اور وہ طرح طرح کے نفسیاتی، ذہنی، اور دیگر امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔ ایک اور تحقیقی رپورٹ یہ بیان کرتی ہے کہ ان ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز، سوشل میڈیا، اور اسمارٹ فون کے استعمال سے ڈی ہیومنائزیشن Dehumanisation یعنی انسان میں سے انسانی صفات کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

مغربی ترقی یافتہ ممالک میں ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز پر عائد پابندیاں

آئرلینڈ تو ایک چھوٹا سا یورپی ملک ہے، آپ اقوامِ متحدہ کی تعلیمی، علمی و ثقافتی تنظیم یونیسکو کی گلوبل

ایجوکیشن مانیٹرنگ رپورٹ 2023 کو ہی دیکھ لیجئے جو کہ واضح طور پر کہتی ہے کہ "موبائل فون اسکولوں میں سیکھنے کے عمل میں رکاوٹ بنتے ہیں"۔ رپورٹ میں درج ہے کہ بیلجیم، اسپین، اور برطانیہ میں اسکولوں میں سے اسمارٹ فون کو ختم کرنے سے بچوں کے سیکھنے کے عمل میں بہتری آئی ہے۔ یہ رپورٹ چار سو پینتس صفحات پر مشتمل ہے اور اس کو عالمی ماہرینِ تعلیم نے مرتب کیا ہے۔ یوں تو یہ رپورٹ پوری ہی پڑھنے کے قابل ہے کیونکہ یہ ٹیکنالوجی کا تعلیمی اداروں اور تعلیم پر اس کے اثرات کا ذکر کرتی ہے مگر اس رپورٹ کا آٹھواں باب نہایت اہمیت کا حامل ہے جس میں ٹیکنالوجی کے منفی اثرات اور عالمی سطح پر ٹیکنالوجی، موبائل فون اور سوشل میڈیا پر عالمی پابندی کے قوانین کو تفصیلی بیان کیا گیا ہے۔ ذیل میں ایک اقتباس درج ہے۔

"ستمبر 2024 کو برطانوی اخبار گارڈین میں چھپنے والی "ہم پچھلے زمانے میں واپس جا رہے ہیں" رپورٹ کے مطابق کئی یورپی ممالک اسمارٹ فون کے اسکولوں میں لانے پر تدریجاً پابندی لگا رہے ہیں جن میں سرفہرست نیدرلینڈ، فرانس، ہنگری، اٹلی، اور یونان جیسے ممالک شامل ہیں۔ ان ممالک کے اسکولوں سے جڑے ماہرین تعلیم کا یہ ماننا ہے کہ جب ہم اسکولوں میں تمام بچوں کو دیکھتے ہیں تو وہ برآمدہ میں ٹہلتے ہوئے اسمارٹ فون میں منہمک نظر آتے ہیں، اُن کی آپس کی بات چیت ختم ہو چکی ہے اور کھیل کھیلنے والی ٹیبل ٹینس کی ٹیبلیں ویران پڑی رہتی ہیں اور بنیادی طور پر سماجی ثقافت کو کھو بیٹھے ہیں۔

اسی طریقے سے نیدرلینڈ کی حکومت نے موبائل فون، اسمارٹ واچز (گھڑیوں) اور ٹیبلٹس پر اسکولوں میں پابندی عائد کر دی ہے۔ اس وقت برطانوی پارلیمنٹ میں اس موضوع پر قانون سازی کے لیے بحث چل رہی ہے کہ کیا اسکولوں پر یہ لازم کر دیا جائے کہ وہ مکمل طور پر موبائل فون فری ہوں؟ آرگنائزیشن آف اکنامک کارپوریشن اینڈ ڈیولپمنٹ (او ای سی ڈی) یعنی اقتصادی تعاون و ترقی کی عالمی تنظیم کی رپورٹ کے مطابق حد سے زیادہ ڈیجیٹل آلات کا کلاس روم میں استعمال سے طلبا کی تعلیمی کارکردگی پر منفی اثر پڑتا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں کم از کم انیس ریاستوں نے ایسے قوانین منظور کیے ہیں یا ایسی پالیسی نافذ کی ہیں جو ریاست بھر میں طلبا پر اسکولوں میں اسمارٹ فون کے استعمال پر پابندی عائد کرتی ہیں۔

آسٹریلیا کی حکومت نے پچھلے مہینے یعنی نومبر 2024 کو سولہ سال تک کی عمر کے بچوں کو سوشل میڈیا استعمال کرنے پر پابندی کا قانون نافذ کر دیا ہے اور اس کے پارلیمنٹ نے دنیا کا سخت ترین قانون پاس کیا

ہے۔آسٹریلین وزیر برائے مواصلات میشیل رولینڈ Michelle Rowland کے مطابق ٹک ٹاک، فیس بک، انسٹا گرام، ایکس (ٹیوٹر)، اسنیپ چیٹ وغیرہ پر 2025 تک مکمل پابندی لگائی جائے گی۔آسان الفاظ میں سولہ سال کی عمر کے بعد ہی کوئی آسٹریلیا میں سوشل میڈیا کو استعمال کر سکے گا اور یہ پابندی صرف سوشل میڈیا کے اسکولوں میں استعمال تک محدود نہیں ہے بلکہ چوبیس گھنٹے سولہ سال کے کم عمر بچوں کو مکمل طور پر سوشل میڈیا استعمال کرنے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ کیوں ہمارے حکومتی عہدے داروں، سیاستدانوں، پالیسی بنانے والوں کے ساتھ ساتھ اسکولوں، کالجز، اور یونیورسٹیوں سے جڑے لوگوں کو یہ ترقی یافتہ ممالک کے قوانین اور پالیساں نظر نہیں آتیں؟

چند گزارشات

□ آخر میں ہم اس مضمون کے ذریعے ٹیکنالوجی کے حوالے سے چند گزارشات پیش کرنا چاہیں گے۔

اسکولوں کے اندر بچوں کے موبائل فون اور اس سے جڑی ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز کے لانے اور استعمال پر مکمل پابندی لگائی جائے۔ یہ صرف راقم کی تجویز نہیں ہے بلکہ یہ تجویز اقوامِ متحدہ کی تعلیمی، علمی وثقافتی تنظیم یونیسکو کی جانب سے گلوبل ایجوکیشن مانیٹرنگ رپورٹ 2023 میں دی گئی ہے اور اس پر کئی ترقی یافتہ ممالک نے عمل بھی کیا ہے اور ان ممالک میں اسکولوں میں بچوں کے موبائل فون لانے پر پابندی ہے۔ان ممالک میں برطانیہ، آئرلینڈ، اسپین، بیلجیم اور دیگر کئی ممالک شامل ہیں۔

□ بچوں اور نوجوانوں کے سوشل میڈیا کے استعمال پر مکمل پابندی عائد کی جائے اور اس کے لیے مناسب قانون سازی کی جائے۔آسٹریلیا کی ہی مثال دیکھ لی جائے کہ وہاں پر سولہ سال سے کم عمر بچوں پر سوشل میڈیا کے استعمال پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

□ پرائمری و سیکنڈری اسکولوں میں بچوں کی ذہنی نشوونما کے لیے انہیں جدید ٹیکنالوجیز سے دور رکھا جائے۔اس کے لیے امریکہ، برطانیہ، فرانس، اور دیگر ترقی یافتہ ممالک میں جو قانون سازی اور پالیساں نافذ کی گئی ہیں ان کو دیکھ لیا جائے۔

***

حیاء ایمان کا حصہ

مولانا محمد سلیمان بن محمد یوسف
استاد جامعہ دار التقویٰ

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسان کو زندگی کے ہر پہلو میں بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ حیاء اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک ہے، جو انسان کو نیکی، شرم، اور پاکیزگی کا درس دیتی ہے۔ لیکن موجودہ دور میں مغربی تہذیب کی اندھی تقلید نے معاشرتی اقدار کو زوال پذیر کر دیا ہے، اور بے حیائی کو فروغ مل رہا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے پردے اور حیاء کے احکام نازل فرمائے تاکہ انسان شیطانی وسوسوں اور گناہوں سے بچ سکے۔ سورہ احزاب میں ارشاد ہوتا ہے کہ مومن عورتیں اپنی چادریں اپنے اوپر ڈال لیا کریں تاکہ وہ پہچانی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔ یہ حکم عورت کی عزت اور وقار کو محفوظ رکھنے کے لیے ہے اور یہ بتاتا ہے کہ حیاء نہ صرف عورت بلکہ مرد کے لیے بھی ایمان کا لازمی جزو ہے۔

مغربی تہذیب کے اثرات نے ہمارے معاشرے میں بہت سی خرافات کو جنم دیا ہے، جن میں 14 فروری کا دن بھی شامل ہے۔ اس دن کو محبت کے نام پر بے حیائی اور غیر اسلامی تعلقات کو فروغ دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ تحائف، پھولوں، اور کارڈز کے تبادلے کے ذریعے محبت کو ایک تجارتی اور سطحی

تصور تک محدود کر دیا گیا ہے، جو اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام محبت کو خالص اور پاکیزہ تصور کے طور پر پیش کرتا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں جھلکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنے والدین، اولاد، اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔ یہ محبت انسان کو اللہ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی پیروی کی طرف راغب کرتی ہے۔ والدین اور اولاد کے درمیان محبت اور بھائی چارے کا فروغ اسلام کے عظیم اصولوں میں شامل ہے، جنہیں کسی مخصوص دن کے ساتھ محدود نہیں کیا جا سکتا۔

لڑکیوں کی تربیت کے حوالے سے اسلام والدین کو خاص ہدایات دیتا ہے۔ بچیوں کو پردے، حجاب، اور غیر ضروری تعلقات سے بچنے کی تعلیم دینا والدین کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حیاء ایمان کا حصہ ہے۔ حیاء نہ صرف کردار کو سنوارتی ہے بلکہ عورت کے وقار کو بھی بلند کرتی ہے۔ نیک صحبت، دینی تعلیم، اور اسلامی اقدار کی مضبوطی لڑکیوں کی تربیت میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔

حیاء کی حفاظت کے لیے معاشرے میں اسلامی تعلیمات کو عام کرنا ضروری ہے۔ والدین اور اساتذہ کو بچوں کو قرآن وسنت کے مطابق تربیت دینی چاہیے۔ بے حیائی کو فروغ دینے والے مواد اور میڈیا کے اثرات سے بچنا، تعلیمی اداروں میں اسلامی اخلاقیات کو فروغ دینا، اور نیک صحبت اختیار کرنا ایسے عملی اقدامات ہیں جو معاشرتی اصلاح کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

اسلام میں محبت کا تصور کسی ایک دن تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ پوری زندگی پر محیط ہے۔ اللہ کی محبت، والدین کی خدمت، اور مسلم بھائی چارے کا ہر روز اظہار کیا جاتا ہے۔ 14 فروری جیسی رسوم صرف محبت کے مقدس تصور کا استحصال ہیں، جنہیں ترک کرنا ہماری اخلاقی ذمہ داری ہے۔

حیاء ہماری تہذیب اور وقار کا جوہر ہے، جس کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ہمیں اپنی نسلوں کو حیاء اور اسلامی اقدار کی اہمیت سے روشناس کرانا چاہیے تاکہ وہ موجودہ معاشرتی فتنوں سے محفوظ رہ سکیں۔ یومِ حیاء کا پیغام یہی ہے کہ ہم اپنی زندگیوں میں اسلامی تعلیمات کو اپنائیں اور حیاء کو اپنی شخصیت کا حصہ بنائیں۔

❊❊❊

شعبان کا ایک سفرِ قافلہ

بنت فرخ آفتاب
مدرسہ فاطمۃ الزہراء لاہور

قافلہ رواں دواں ہے منزل قریب ہے نجانے کیوں جب منزل ،قریب آتی ہے تو ایک جوش ابھرتا ہے خون میں ابال آتا ہے۔ راستہ مختصر ہوتے ہوئے بھی لمبا ہو جاتا ہے مگر ایک احساس طمانینیت ہوتا ہے کے راستہ کٹ جائے گا بالکل اس طرح ہم بھی وہ قافلہ ہیں جو رمضان کی طرف رواں دواں ہے شعبان سے گزر کر جب رمضان میں پہنچنے کا معلوم ہوتا ہے تو خون میں ابال آتا ہے جسم میں بجلی دوڑتی محسوس ہوتی ہے راستہ نہیں کٹتا کیونکہ ہم جانتے ہیں ہم اس مہینے تک پہنچ رہے ہیں جو رب العزت کا مہینہ ہے لہذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اعمال زیادہ کرنے کا حکم فرمایا۔ حدیث شریف کا مفہوم ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے علاوہ کسی مہینے میں اتنے زیادہ روزے نہ رکھتے تھے آپ علیہ السلام شعبان کا پورا مہینہ روزہ رکھتے تھے: (ریاض الصالحین)

ایک روایت میں آتا ہے کے اس مہینے میں اعمال رب العلمین کے دربار میں پیش کیئے جاتے ہیں تو آپ علیہ السلام اسی بات کو پسند فرماتے تھے جب اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں تو آپ علیہ السلام روزے سے ہوں ۔مگر امت کو آپ نے بطور شفقت نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے سے منع فرمایا تاکہ رمضان کے مہینے میں کمزوری نہ آئے۔یعنی یہ مہینہ ایسا مہینہ ہے جس میں رمضان تک پہنچنے کی تیاری کی جاتی ہے اعمال بڑھا دیئے جاتے ہیں تاکہ رمضان میں باآسانی اعمال کیے جاسکیں۔ ہمارے نزدیک شعبان کی ۱۵ تاریخ کی رات کو اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس کے بارے میں احادیث کثرت سے منقول ہیں۔ایک روایت میں اس رات کو شب برأت کا نام دیا گیا۔یعنی گناہوں سے اعمال صالحہ کے ذریعے برأت اور اس

رات کا مبارک ہونا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ہونا بھی احادیث میں مذکور ہے اس کی تائید قرآن پاک کی یہ آیت کرتی ہے۔

ترجمہ: "اور ہم نے قرآن کو ایک مبارک رات میں اتارا۔ اس رات میں حکیمانہ معاملات ہمارے حکم سے طے کیے جاتے ہیں"۔

بعض مفسرین نے اس سے مراد شب برات لیا ہے حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ رزق وموت و حیات کے فیصلے نصف شعبان میں لکھے جاتے ہیں اور شب قدر میں فرشتوں کے حوالے کئے جاتے ہیں ۔بہر حال اس رات کی فضیلت کی تائید میں کوئی حدیث صحیحہ منقول نہیں ہے مگر ان احادیث کا زیادہ ہونا اس کی فضیلت پر یکطرفہ شامل ہے اس لیے ہمارے مشائخ سے اس رات میں اعمال زیادہ کر دینا منقول ہے ۔کہتے ہیں ہر چیز کی اہمیت نسبت سے بڑھ جاتی ہے اسطرح شعبان کی اہمیت نسبت ورمضان بڑھا دیتی ہے۔آپ علیہ السلام کو رمضان کا اتنا انتظار تھا کہ شعبان کے مہینے میں اس کی تیاری کا حکم فرما دیا۔آپ رجب سے رمضان کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔آپ علیہ السلام دعا فرماتے:

اللھم بارک لنا فی رجب و شعبان بلغنا رمضان

یعنی آپ علیہ السلام شعبان میں برکت کی دعا مانگ رہے ہیں کے اعمال زیادہ کر کے رمضان کی تیاری کی جا سکے اور آپ علیہ السلام امت کے اوپر اتنے مہربان اور شفیق تھے کے جمع متکلم کا صیغہ ارشاد فرمایا کہ یا اللہ! ہم سب کے لیے اس میں برکت رکھ دے تا کہ ہم اس میں اعمال کر کے آپ کے قریب ہو سکیں۔اللہ پاک ہم سب کو آپ علیہ اسلام کے مطابق شعبان گزارنے والا بنا دیں اور بدعات سے پرہیز کر کے اعتدال کی راہ میں چلنا سکھا دیں۔(آمین)

ایک عجب راہ پر گامزن ہے یہ قافلہ
کہ جوش جسم میں بھر کر کہہ دیا ہے یہ قافلہ
رب محمدﷺ برکت دے شعبان میں رجب میں
یاں تک کے پہنچا دے رمضان تک یہ حسین قافلہ

❊❊❊

احوال تقریب ختم بخاری

مؤرخہ 12 جنوری بروز اتوار ختم بخاری کی پروقار تقریب جامعہ کی مسجد الہلال میں منعقد کی گئی جبکہ طالبات کے لیے جدید دارالقرآن میں انتظام کیا گیا تھا الحمدللہ رواں سال 35 طلبہ کرام اور 95 طالبات نے درس نظامی کا سفر مکمل کیا، جس میں آخری درس حدیث، جامعہ کے شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر سعد صدیقی صاحب نے دیا۔تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا گیا، جامعہ کے استاذ الحدیث مولانا عثمان صاحب نے موجودہ دور کے فتنے اور ان سے نجات کے حل پر بیان فرمایا، دوران تقریب رواں سال کے فضلاء کرام نے اپنے اساتذہ کرام کے لیے الوداعی نظم پیش کی جس میں اپنے اساتذہ کرام: مولانا اویس صاحب دامت برکاتہم العالیہ، مولانا عثمان صاحب، مولانا عامر رشید صاحب، مولانا جمیل الرحمن صاحب، مولانا احمد رضا صاحب، مفتی حسن صاحب، شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر سعد صدیقی صاحب، مفتی نعیم صاحب، مفتی عبد الرحمن صاحب، مفتی شعیب صاحب، مفتی عبد اللہ صاحب، مفتی رفیق صاحب، مولانا زکریا صاحب، کا تذکرہ منظوم انداز میں پیش کیا، تمام قارئین کے لیے نظم پیش خدمت ہے!

نعمت ہے خدا پاک کی، احسانِ جلی ہے
ہر سمت "مبروک" کی آواز اٹھی ہے
اللہ کی رحمت سے ہیں معمور فضائیں
یہ ختمِ بخاری کی جو تقریب سجی ہے
نعمت ہے خدا پاک کی، احسانِ جلی ہے
یہ گلشنِ گلزار کی پرکیف فضا ہے
ہر سمت جہاں علم کی خوشبو ہے ضیا ہے
تم سب نے اسی چشمہءِ فیضاں سے پیا ہے

ہر بوند سے اک نورِ جلا تم کو ملی ہے
نعمت ہے خدا پاک کی، احسانِ جلی ہے
تحدیث میں فیضانِ حسن تم کو ملا ہے
لہجے کی ملاحت جنھیں اللہ کی عطا ہے
پرنور ہے ہر لفظ جو اس لب سے ادا ہے
ان سے بھی یہیں نسبتِ تلمیذ ہوئی ہے
نعمت ہے خدا پاک کی، احسانِ جلی ہے
پائی ہے بڑے شیخ سے تعلیم بخاری
حاصل ہے جنھیں نسبتِ اجداد بھی بھاری
ہے وقت کی پابندی سب اوصاف پہ طاری
اسناد میں جو سعد صدیقی کی لڑی ہے
نعمت ہے خدا پاک کی، احسانِ جلی ہے
ہاں درس میں محبوب وہ ہر ایک نظر کے
جو عمدہ مدرس ہیں اثر اور خبر کے
مالک ہیں قلم اور زباں دونوں گہر کے
کیا مثلِ نعیم آج بھی دنیا میں کوئی ہے؟
نعمت ہے خدا پاک کی، احسانِ جلی ہے
اس گلشنِ پرنور میں جو نور و ضیا ہیں
جو آج تمہارے یہاں ہونے کی وجہ ہیں
مولانا اویس اپنے بھی اللہ کی عطا ہیں
ہر نسبتِ فیضان یہاں جن سے جڑی ہے
نعمت ہے خدا پاک کی، احسانِ جلی ہے
تصحیحِ عباراتِ حدیثی پہ نظر ہے
امت کے غم و فکر سے دل سے جن کا شرر ہے

اک نکہتِ عثماں سے معطر یہ نگر ہے
نعمت ہے خدا پاک کی، احسانِ جلی ہے
نعمت ہے خدا پاک کی، احسانِ جلی ہے
اخلاص کے پیکر وہ جمیل اھلِ محبت
صورت سے بھی سیرت سے بھی اخلاق کی دعوت
پھر سیدی عامر کی وہ تدریس وخطابت
اور فکر ادارے کی جنہیں خوب ملی ہے
نعمت ہے خدا پاک کی، احسانِ جلی ہے
پھر مفتی رفیق اپنے فقاہت کے وہ پیکر
زکریا جو کرتے رہے تبلیغ برابر
اور مولانا احمد وہ حسیں فکر کے گوہر
ایسے ہی شعیب اسم سے مسند یہ سجی ہے
نعمت ہے خدا پاک کی، احسانِ جلی ہے
ہاں احسنِ امت کی وہ تحقیقِ روایات
رحمان کے بندے کی وہ تنقیحِ عبارات
پھر سیدی عمران کی تفصیلِ مقامات
پھر مفتی جی عبداللہ نے آگاہی جو دی ہے
نعمت ہے خدا پاک کی، احسانِ جلی ہے
اس نعمت و احسان کی گر قدر کرو گے
استادوں کی ہر وقت دعاؤں میں رہو گے
اور دین کی خدمت میں ترقی بھی کرو گے
اسعد کے نصائح میں بھی تبریک چھپی ہے
نعمت ہے خدا پاک کی، احسانِ جلی ہے

***

آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء والتحقیق

شادی کے موقع پر دلہن کو دیئے گئے زیورات کا حکم

سوال سائل نے اپنے بڑے بیٹے کی شادی پر دلہن کو تقریبا آٹھ تولے طلائی زیورات ڈالے تھے۔ تیسرے بیٹے کی شادی پر دلہن کو تقریباً سات تولے طلائی زیورات ڈالے تھے۔ گھر میں بات چیت چل رہی ہے کہ دونوں بیٹوں سے زیورات واپس لے لیں۔ کیا ہم زیورات شرعی طور پر واپس لے سکتے ہیں؟

مزید وضاحت

۱۔ یہ زیورات جب ان کو دیئے تھے تو ذہن میں تو یہ بات تھی کہ اب دوبارہ واپس نہیں لیں گے۔

۲۔ ہمارے خاندان میں جب کسی دلہن کو کوئی چیز دی جاتی ہے تو اس کو یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ جس کو چیز دی ہے اسی کی ہے اور یہ زیورات دیتے وقت کوئی بھی بات نہیں کی مثلا یہ آپ کے ہیں اور یہ زیورات حق مہر کے علاوہ تھے۔

۳۔ یہ سوال اس لیے پوچھا جارہا ہے کہ اصل میں میں کوئی کام نہیں کرتا میری عمر ستر سال سے زیادہ ہورہی ہے اور میرا چھوٹا بیٹا یہ کہتا ہے جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی کہ مجھے بھی اتنا دیں جتنا آپ

نے دوسرے بھائیوں کو دیا ہے میں چونکہ اس پوزیشن میں نہیں کہ میں تمام بیٹوں میں برابری کرسکوں ۔آیا شریعت کی روشنی میں میں وہ زیورات جو اپنی بہوؤں کو دیئے ہیں واپس لے سکتا ہوں؟

وضاحت مطلوب ہے:

ا۔ اگر خدانخواستہ علیحدگی ہوتی ہے تو کل کو یہ زیور کس کا سمجھا جائے گا سسرال کا، بیٹے کا یا بہو کا سمجھا جائے گا؟

۲۔ دونوں بھائیوں کی گھر والیوں کا سسر سے بہو کے علاوہ کوئی اور رشتہ بھی ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟

جواب وضاحت:

ا۔بہو کا شمار ہوگا۔

۲۔کوئی رشتہ نہیں وہ غیر ہیں۔

جواب: مذکورہ صورت میں جب زیور بہوؤں کا مالکانہ بنیاد پر دیدیا ہے تو ان کی رضامندی کے بغیر واپس لینے کا حق حاصل نہیں۔

حرام مال سے خریدی ہوئی اشیاء کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سوشل میڈیا پر لڑکیوں وغیرہ کی تصاویر کی تشہیر کرنے پر پیسہ کمایا تھا جس میں اس نے بہت سارا پیسہ کمایا اب وہ توبہ کر چکا ہے تو سوال یہ ہے کہ اس حرام طریقہ سے کمائے ہوئے پیسہ سے خریدی گئیں اشیاء گاڑی، مالکان، پلاٹ وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ اور جو مال اس کے پاس ہے وہ اس کا کیا کرے گا۔

جواب:

بعض حضرات کے نزدیک اس پیسے سے خریدی گئی اشیاء استعمال کرنے کی گنجائش ہے تاہم اس آدمی (کے ذمے ہے کہ اس) نے مذکورہ طریقے سے جتنا پیسہ کمایا ہے اس کے بقدر رقم کسی مستحق زکوۃ کو بغیر ثواب کے نیت کے صدقہ کرے، خواہ تھوڑی تھوڑی کرے۔ نیز جو رقم موجود ہے اس کو اگر فوری طور پر صدقہ کرسکتا ہے تو اسے صدقہ کردے ورنہ گنجائش کے مطابق تھوڑی تھوڑی کر کے صدقہ کردے۔

بطخ حلال ہے یا حرام؟

سوال: بطخ کا کیا حکم ہے؟ حلال ہے یا حرام ہے؟ اس کے انڈے کا کیا حکم ہے؟ دلیل کے ساتھ بتادیں تاکہ اطمینان ہوجائے۔

جواب: بطخ اور اس کا انڈہ حلال ہے۔

سگریٹ نوشی کا حکم

سوال: ''سگریٹ'' ڈاکٹری حساب سے کینسر اور دل کی اور بہت سی جسمانی بیماریوں کی ماں ہے ڈاکٹری حساب سے مجھ جیسے ڈاکٹر کا خیال ہے کہ سگریٹ پینا گویا آہستہ آہستہ زہر گھولنا اور خودکشی کے مترادف ہے۔ شرعی اخلاقی اور روحانی اعتبار سے سگریٹ نوشی کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:

مکروہ تنزیہی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے مریض ومعالج کے اسلامی احکام (ص:401)

فضلہ سے حاصل ہونے والی کافی کا حکم

کاپی لواک (Kopi Luwak) اور بلیک ایوری (Black ivory) کافی کی دو اقسام ہیں جن کے بیجوں کو بالترتیب ایک بلی نما جانور (Civet) اور ہاتھی کے فضلے سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اول الذکر زیادہ تر انڈونیشیا، فلپائن، ویت نام وغیرہ میں تیار ہوتی ہے اور دوسری تھائی لینڈ میں تیار کی جاتی ہے۔ یہ دونوں منفرد ذائقے کی کافیاں نہایت مہنگی ہیں ۔

کاپی لواک (Kopi Luwak)

ایک بلی نما جانور جسے انگریزی میں Civet کہتے ہیں کافی کے پھلوں کو کھاتا ہے کافی کا پھل دو چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے گودا اور بیج (Beans Coffee) اس جانور کا معدہ گودے کو تو ہضم کرلیتا ہے لیکن اس کے بیج ہضم نہیں کرپاتا جس کی وجہ سے یہ بیج اس کے فضلے کے ساتھ خارج ہو جاتے ہیں۔ ان بیجوں کو فضلے سمیت جمع کرلیا جاتا ہے اس کے بعد کافی کے بیجوں کو فضلے سے الگ کرکے اچھی طرح دھویا جاتا ہے دھونے کے بعد ان کو دھوپ میں خشک کرکے بھون لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد پیس کر پاؤڈر بنالیا جاتا ہے۔

بلیک آیوری (Bilack ivory)

اس کافی کے دانوں کو ہاتھی کے فضلے سے حاصل کیا جاتا ہے اس مقصد کے لیے ہاتھی کی غذا میں کافی کے پھل کو شامل کیا جاتا ہے ہاتھی کا معدہ بیجوں کو ہضم نہیں کر پاتا اور کافی کے بیج فضلے کے ساتھ خارج ہو جاتے ہیں ان بیجوں کو بھی فضلے سے الگ کرنے کے بعد دھو کر خشک کر لیا جاتا ہے۔اس کے بعد آگ پر بھون کر پیس لیا جاتا ہے۔

یہ دونوں قسم کی کافیاں عام کافی کے مقابلے میں منفرد ذائقے اور خوشبو کی حامل ہیں عام کافی کڑوی ہوتی ہے جبکہ ان دونوں میں کڑواہٹ نہیں ہوتی اور ان کا ذائقہ نہایت لذیذ اور پسندیدہ ہوتا ہے غذائی ماہرین کے مطابق ان بیجوں میں آنتوں کے مخصوص درجہ حرارت کی وجہ سے کسی نہ کسی درجے میں عمل تخمیر شروع ہو جاتا ہے اور یہی وہ مرحلہ ہے کہ جس میں ان کے ذائقے میں تبدیلی واقع ہوتی ہے البتہ خارج ہونے والے بیج بظاہر مکمل ہوتے ہیں اور کسی ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہیں ہوتے اور بیجوں میں اگنے کی صلاحیت بھی باقی رہتی ہے۔واضح رہے کہ فقہ شافعی کے علماء نے ان دونوں قسم کی کافی کے حلال ہونے کا فتوی دیا ہے اور دلیل کے طور پر مندرجہ ذیل عبارات ذکر کی ہیں :

قال اصحابنا رحمهم الله اذا اكلت البهيمة حيا وخرج من بطنها صحيحا فان كانت صلابته باقية بحيث لو زرع نبت فعينه طاهرة لكن يجب غسل ظاهره لملاقاة النجاسة لانه وان صار غذاء لها فماتغير الى الفساد فصار كما لو ابتلع نواة وخرجت فان باطنها طاهر ويطهر قشرها بالغسل وان كانت صلابته قد زالت بحيث لو زرع لم ينبت فهو نجس ذكر هذاالتفصيل هكذاالقاضی حسين والمتولی والبغوی وغيرهم (المجموع شرح المهذب:2/573)

نعم لو رجع منه حب صحيح صلابته باقية بحيث لو زرع تبت كان متنجسا لانجسا ويحمل كلام من اطلق نجاسته على ما اذا لم يبق فيه تلك القوة ومن اطلق كونه متنجسا على بقائها فيه كما فی نظيره من الروث وقياسه فی البيض لو خرج منه صحيحا بعد ابتلاعه بحيث تكون فيه قوة

خروج الفرخ ان یکون متنجسا۔(نهایة المحتاج:2/573)

ولو راثت او قاءت بهيمة حبا فان تغير عن حاله قبل البلع ولو يسيرا فنجس والافمتنجس بحيث لو زرع تبت فيغسل ويؤكل ۔(حاشية اعانة الطالبين)

دریافت طلب امر یہ ہے کہ فقہ حنفی کی رو سے جانور کے فضلے سے اگر بیج صحیح سالم باہر آئے تو اسے دھو کر استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ چاہے یہ استعمال غذا کے لیے ہو یا دوا کے لیے یا بدن پر خارجی استعمال کی شکل میں ہو مثلاً مرہم، کریم وغیرہ میں شامل کیا جائے۔ برائے مہربانی دلائل کے ساتھ جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں ۔

جواب: جانور کے فضلے سے نکلے ہوئے بیج اگر صحیح سالم ہوں اور پھولے ہوئے نہ ہوں تو فقہ حنفی کی رو سے بھی انہیں دھو کر استعمال کیا جاسکتا ہے چاہے یہ استعمال غذا کے لیے ہو یا دوا کے لیے یا بدن پر خارجی استعمال کی شکل میں ہو بہرصورت درست ہے۔

نوٹ: فقہ حنفی کے بعض اقوال کے پیش نظر جانور کے فضلے میں سے نکلنے والے بیجوں سے متعلق اگرچہ یہ فرق بھی کیا گیا ہے کہ اگر بیج اونٹ، بکری وغیرہ کی مینگنیوں میں سے نکلے ہوں تو انہیں دھو کر استعمال کر سکتے ہیں اور اگر گھوڑے، گدھے وغیرہ کی لید میں سے نکلے ہوں یا گائے بھینس وغیرہ کے گوبر میں سے یہ بیج نکلے ہوں تو دھو کر بھی ان کا داخلی استعمال جائز نہیں لیکن چونکہ ایسی کافی کے استعمال میں عموم بلوی ہے اور شوافع کا قول بھی جواز کا ہے جو کسی اصولی اختلاف پر مبنی نہیں اور یہ بھی یقینی نہیں کہ مذکورہ جانوروں کا فضلہ صلابت (سخت ہونے) میں مینگنی کے مشابہ ہے یا لید اور گوبر کے مشابہ ہے اس لیے مذکورہ صورت میں فقہ حنفی کے دوسرے قول کو اختیار کیا گیا ہے جس کے مطابق بیج کے پھولنے نہ پھولنے پر مدار رکھا گیا ہے اور اس قول کو صحیح بھی کہا گیا ہے۔

***

اخبار الجامعہ

محمد سلیمان

o 10 جنوری بروز جمعہ، بعد از عشاء دارالقرآن میں لاہور کے اکابر علماء اور مشائخ حضرات کے لیے ادارے کی طرف سے ایک پُر وقار عشائیہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس محفل میں تقریباً 40 علماء کرام نے شرکت فرمائی۔

o الحمدللہ، 12 جنوری بروز اتوار صبح 10 بجے ختمِ بخاری شریف کی روح پرور تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ اس بابرکت موقع پر شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر محمد سعد صدیقی صاحب نے آخری درسِ حدیث پیش کیا اور آئندہ سال دورۂ حدیث کے طلبہ کے لیے افتتاحی بخاری کا سبق بھی پڑھایا۔ انہوں نے طلبہ و طالبات کو قیمتی نصائح اور مستقبل کے لائحہ عمل سے روشناس کروایا۔

o اس سال ادارے کے 130 طلبہ و طالبات نے دورۂ حدیث مکمل کیا۔ طالبات کی دوپٹہ پوشی دارالقرآن میں منعقد ہوئی، جہاں خواتین کے لیے خصوصی انتظام کیا گیا، جبکہ طلبہ کرام کی دستار بندی مسجد الہلال میں کی گئی۔

o الحمدللہ، 19 جنوری بروز اتوار صبح 10 بجے ادارے نے رواں سال تکمیلِ قرآن کرنے والے طلبہ کے سرپرستوں کے لیے ایک خصوصی نشست کا انعقاد کیا۔ اس نشست میں والدین کو مستقبل کے حوالے

سے رہنمائی فراہم کی گئی اور ان کی ذہن سازی کی گئی کہ وہ اپنے بچوں کو حفظِ قرآن کے بعد عالمِ دین بنانے کا پختہ عزم کریں۔

o 19 جنوری بروز اتوار ادارے کی قصور شاخ میں بنات کی ختم بخاری اور شعبہ حفظ میں تکمیل قران کرنے والے طلبہ کی مشترکہ تقریب منعقد کی گئی جس میں آخری درس حدیث شیخ الحدیث حضرت مولانا عامر رشید صاحب نے دیا۔

o حسبِ روایت، ان شاء اللہ العزیز، ادارے کے زیرِ انتظام لاہور شہر کے تقریباً 20 مقامات پر درسِ قرآن کا انعقاد 20 شعبان سے 20 رمضان تک کیا جائے گا۔ اسی طرح، یکم شعبان سے 29 شعبان تک 40 مقامات پر استقبالِ رمضان اور فہمِ زکوٰۃ کے عنوان سے سیمینارز منعقد کیے جائیں گے۔

o رواں سال، شعبۂ حفظ کے تقریباً 91 طلبہ کرام نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیرِ انتظام 25 جنوری کو سالانہ امتحان کے پہلے مرحلے میں شرکت کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام طلبہ کو امتیازی نمبروں کے ساتھ کامیابی عطا فرمائے۔ آمین!"

o جنوری کے آخری عشرے میں شعبہ کتب بنین و بنات کے طلبہ و طالبات کے لیے سالانہ امتحان کی تیاری کے حوالے سے محاضرات کا انعقاد کیا گیا۔ اس کا مقصد طلبہ و طالبات کو پرچوں کی تیاری میں احسن انداز میں رہنمائی فراہم کرنا اور امتحانات میں کامیاب ہونے کے لیے موثر حکمتِ عملی سکھانا تھا۔ الحمدللہ، رواں سال کے سالانہ امتحانات یکم فروری سے شروع ہو گئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام طلبہ و طالبات کو امتیازی نمبروں سے کامیاب فرمائے۔ آمین۔

o 26 جنوری بروز اتوار، ادارے نے اپنے تمام قدیم حفاظ طلبہ کے لیے جوڑ کا اہتمام کیا۔ اس کا مقصد ادارہ اور ادارے کے اساتذہ کے ساتھ مضبوط روابط برقرار رکھنا اور رمضان المبارک میں تراویح کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ ساری زندگی قرآن کی خدمت کے لیے مختلف شعبوں میں اپنی صلاحیتوں کو پیش کرنا تھا۔

***

جامعہ دار التقویٰ®
کے زیر انتظام
زیر تعمیر
دار العلوم (مری)
مجوزہ نقشہ
شعبہ جات
التقویٰ مسجد
شعبہ حفظ
درس نظامی (بنین)
درس نظامی (بنات)
شعبہ سکول
دار الافتاء
تخمینہ لاگت: 25 کروڑ روپے
برائے رابطہ
0321-4454447
MCB Bank
بینک اکاؤنٹ۔ DARUL TAQWA TRUST:
اکاؤنٹ نمبر۔ 1001820660001:
Bank Islami
بینک اکاؤنٹ۔ DARUL TAQWA TRUST:
اکاؤنٹ نمبر۔ 206400180820001:
شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے Mufti Online +92-300-4113082 ifta4u@yahoo.com +92-3-222-333-224 www.darultaqwa.org /jamiadarultaqwa

MONTHLY DAR-UL-TAQWA LAHORE CPL NO. 338